"آئینۂ صلح کلیت" و "ابراق بریلی" کے پیدا کردہ اِلزامات

اور غلط فہمیوں کا اِزالہ

آئینۂ حق وصداقت

تالیف:

نورُ الہدیٰ گورکھپوری

حسب فرمائش:

محمود الحسین چشتی

ناشر

پاسبانِ ملت کمیٹی (رجسٹرڈ) گورکھپور، یوپی

Salam Faizi

موجودہ فقہی اختلافات کے تناظر میں

تفرقہ یوں ہی بہر لحظہ بڑھانا کیسا

از: ڈاکٹر شکیل اعظمی

دونوں ہم مذہب و مسلک ہیں تو جھگڑا کیسا
ہو نہ اِفہام اور تفہیم، یہ سودا کیسا

ہو نہ تنقیح مسائل کی، یہ جذبہ کیسا
کچھ بھی اِحساس نہیں ہوتا کہ ان باتوں سے

کوئی صورت تو نکالیں یہ فقیہانِ حرم
کیا کسی کو نہیں احساس کہ ان باتوں سے

دوریاں ختم کریں، بغض و حسد کو چھوڑیں
ضائع کرتے ہیں بلا وجہ توانائی کو

اہلِ سنت کا ہے آئینہ، رضا کا مَسلک
ہائے افسوس کہ ہم مذہب و ہم مسلک پر

فقہی اور فرعی مسائل میں الجھنا کیسا
ضد پہ ہم اپنی اَڑے ہوں، یہ تماشا کیسا

بس ہمیں حق پہ ہیں، بیجا سا یہ دعویٰ کیسا
اہلِ سنت کا پریشان ہے، طبقہ کیسا

تفرقہ یوں ہی بہر لحظہ بڑھانا کیسا
ملتا ہے غیروں کو تضحیک کا حَربہ کیسا

اپنوں ہی کے لیے یہ جنگ کا نعرہ کیسا
صَرف ملت کے لیے ہو تو، ہو نقشہ کیسا

مانتے سب ہیں، تو پھر اس میں الجھنا کیسا
دَور تفریق و عداوت کا یہ آیا کیسا

کاش ہم اپنے بزرگوں کے عمل کو دیکھیں
مختلف رائے پہ بھی ان کا تھا شیوہ کیسا

"آئینۂ صلحِ کلیت" و"ابراق بریلی" کے پیدا کردہ الزامات اور غلط فہمیوں کا ازالہ

آئینۂ حق وصداقت

تالیف:
نور الہدیٰ گورکھپوری
سابق لکچرر، پٹیل انٹر کالج، بھٹہٹ، گورکھپور

حسب فرمائش:
محمود الحسین چشتی

ناشر:
پاسبان ملت کمیٹی، گورکھپور، یوپی

نام کتاب	:	آئینۂ حق وصداقت
تالیف	:	نور الہدیٰ، گھورکھپوری
حسب فرمائش	:	محمود الحسین چشتی
اشاعت	:	مارچ، ۲۰۱۴ء
تعداد	:	پانچ ہزار
کمپوزنگ	:	نظامی پرنٹنگ پریس گورکھپور
قیمت	:	۸۰؍روپیے
ناشر	:	پاسبان ملت کمیٹی، گورکھپور

ملنے کے پتے:

انصار بک ڈپو، سول لائن مہراج گنج

نوری کتاب گھر، پرتاول بازار، مہراج گنج

حاجی مبارک حسین بک سیلر، بھٹہٹ، گورکھپور

سنی بک ڈپو، جامع مسجد، پڈرونہ، کشی نگر

خدمت خلق لائبریری، رائل کالونی، بکھال روڈ، ناسک

اپنی بات

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنا مذہب و مسلک جانے تاکہ مذہب و مسلک کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے، اسی کے پیش نظر مولانا یس اختر مصباحی نے ایک کتاب بنام ''عرفان مذہب و مسلک'' تالیف کی۔ در حقیقت یہ کتاب مذہب و مسلک کے بارے میں صحیح رہنمائی کرنے والی تھی۔ لیکن کچھ یاران نکتہ داں جو اسے سمجھنے سے قاصر رہے، اس کتاب کے ردو جواب کے درپے ہوگئے، اور بہت کم عرصے میں ''آئینۂ صلح کلیت''، ''ابراق بریلی در رد فتنۂ دہلی'' وغیرہ کئی کتابیں منظر عام پر آئیں، ان سب کتابوں میں ''عرفان مذہب و مسلک'' کے جواب کے نام پر طرح طرح کی الزام تراشی اور بہتان طرازی کے علاوہ جامعہ اشرفیہ پر شدید حملے کیے گئے۔ ناچیز نے جب پہلی بار ''عرفان مذہب و مسلک'' کا مطالعہ کیا تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی، جس کے رد کی حاجت ہو۔ اور اگر کسی کو ان کے نظریے سے اتفاق نہ تھا تو چاہیے تو یہ تھا کہ ان سے استصواب رائے کرتے۔ اور غلطیوں کی نشان دہی کرتے۔ خود مولانا مصباحی صاحب نے بارہا اس کا اشتہار بھی دیا کہ کسی بھی شرعی غلطی کی صورت میں میں توبہ و رجوع کے لیے تیار ہوں۔ لیکن ان سب کے باوجود کچھ لوگوں نے سستی شہرت حاصل کرنے کی غرض سے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی، اور افترا پردازی پر آئے۔ اگر معاملہ صرف مصباحی صاحب تک محدود ہوتا تو ہرگز قلم اٹھانے کی جسارت نہ کی جاتی۔ لیکن بر صغیر کے معروف علمی ادارہ جامعہ اشرفیہ پر شدید ترین حملے کیے گئے، جس کی بنا پر خاموشی بالکل مناسب نہ رہ گئی۔ مجبوراً اس سلسلے میں پیش قدمی کرنی پڑی۔

زیر نظر کتاب در حقیقت آئینۂ صلح کلیت کا تحقیقی جواب ہے، ساتھ ہی ابراق بریلی اور سیف الاسلام علی مقالۃ النظام پر بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ ہر ایک کا

تفصیلی رد کیا جاتا، مگر کتاب کی ضخامت نے مجبور کیا کہ اولاً آئینہ صلح کلیت کا جواب دیا جائے؛ اس لیے کہ اس کے مولف نے جامعہ اشرفیہ کے خلاف کچھ زیادہ ہی جسارت بے جا کی ہے۔ یہ کتاب چوں کہ ''عرفان مذہب و مسلک'' کی تائید ہے؛ اس لیے اسی کتاب سے زیادہ استفادہ کی کوشش کی گئی ہے، بلکہ مصباحی صاحب کی کتاب کو سمجھانے کی سعی کی گئی ہے۔ اس میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ''بریلویت'' ''صلح کلیت'' اور ''جامعہ اشرفیہ'' کے تعلق سے تفصیلی گفتگو اور آئینہ کی غلط بیانیوں کا تحقیقی رد ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے ایک بار آئینہ صلح کلیت کا مطالعہ ضرور کرلیں، تاکہ مجھ پر یہ الزام عائد نہ ہو کہ میں نے اس طرح کی پہل کی ہے۔ یقینا اگر آپ آئینہ کا مطالعہ کریں گے تو مجھے اس معاملے میں معذور سمجھیں گے۔

نورالہدیٰ، گورکھ پوری
قادری منزل، شاہ پور، گورکھ پور
08931996916

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آئینۂ مسلک رضا

"امام احمد رضا نے علمی تحقیقات اور فنی تدقیقات کے جو انمول موتی اپنی تصانیف میں جلوہ آرا فرمائے ہیں، ان کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ اسی طرح دینِ حنیف اور فقہِ حنفی کی جو لازوال خدمات، امام موصوف قدس سرہ نے انجام دیں، ان کے اعتراف پر سبھی مجبور ہیں۔

ع جس سمت آگئے ہو، سکے بٹھا دیے ہیں

لیکن ان تمام مناقب و فضائل کے خزانے میں ایک "عیب" بھی ہے۔ زبردست عیب۔ وہی عیب، جسے شیخ سعدیؔ شیرازیؔ نے فرمایا ہے:

ع ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عَیبے ست

ان کا "عیب" یہی ہے کہ وہ

ع با مسلماں اللہ اللہ، با برہمن رام رام

والے مذہبِ صلحِ کل کے قائل نہ تھے۔ ان کے یہاں دوستی اور دشمنی کا پختہ نظریہ موجود تھا۔ وہ قرآن و حدیث اور اتباعِ ائمہ پر سختی سے قائم تھے، انھوں نے قرآنِ کریم سے محبتِ ایمان و مومن کے ساتھ عداوتِ کفر و کافر کا بھی درس لیا۔

حدیثِ پاک سے "الحب في الله والبغض في الله" دونوں کی تعلیم حاصل کی۔ ائمۂ کرام سے انھوں نے یہ سبق بھی سیکھا کہ:

"محبتِ خدا اور سول، بے عداوتِ دشمنانِ آں، صورت نہ بندد۔"

"تولا بے تبرا نیست ممکن" دریں جا صادق است"۔ (مکتوبات امام ربانی)

اس لیے ان کا نتیجۂ فکر و قلم، جہاں بارگاہِ خدا اور سول، اور نگاہِ اہلِ ایمان میں ایک "نغمۂ دل نواز" تھا، وہیں دشمنانِ خدا اور سول اور اعدائے دین و سنت کے لیے "سوہانِ روح" اور "پیامِ موت"۔

ے یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں، کہ رضاکی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ، مجھے شوخیِ طبعِ رضاکی قسم

....

کلکِ رضاؔ ہے خنجرِ خونخوار، برق بار
اَعدا سے کہہ دو، خیر منائیں، نہ شر کریں

....

"اَوراق الٹ کر دیکھیے، پھر فیصلہ کیجئے کہ:

یہ کس کا قلم ہے جس نے بدعات و مفاسد کی بیخ کنی میں پوری جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے؟ نہ تو اسے لومۂ لائم کا خوف ہے۔ نہ دنیاوالوں کی ناراضی کا اندیشہ۔ اسے اپنے مولیٰ کی رضا کافی ہے۔

اس کی آنکھوں میں شریعتِ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کیف و سرور ہے، اس لیے وہ فیصلہ کرتا ہے تو حق اور اَٹل فیصلے کرتا ہے۔ نہ تو اس میں اِفراط ہے کہ بدعت کو شرک۔ گناہ کو کفر۔ مکروہِ تنزیہی کو حرام۔ یاکم از کم صغیرہ بلااِصرار کو کبیرہ۔ خَفی کو جَلی، کہہ دے۔

نہ اس میں تفریط ہے کہ مکروہ یا خلافِ اولیٰ کو غیر مکروہ و مستحب۔ بدعت کو سنت۔ منکر کو معروف۔ یاناجائز کو جائز کہہ دے۔

اِعتدال ہے، اور صِرف اِعتدال۔

"یہی وہ اِصلاح ہے جو فساد وافساد سے پاک ہوتی ہے"

(امام احمد رضا اور رد بِدعات و منکرات، ص:۵۵ و ص:۵۶، و ص:۳۷، و ص:۴۷، تقریب از مولانا محمد احمد اعظمیؔ، مصباحیؔ، مطبوعہ: المجمع الاسلامی، مبارک پور، ۱۹۸۵ء۔)

مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟

آئینہ صلح کلیت کے مولف مولوی انیس عالم سیوانی نے مسلک اعلی حضرت کے تعلق سے فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدیؔ علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے کہ:

"دیو بندی مسلک اور مودودی مسلک سے امتیاز کے لیے موجودہ زمانے میں "مسلک اعلیٰ حضرت" بولنا ضروری ہے، یعنی "مسلک اعلیٰ حضرت"، دیوبندی اور مودودی مسلک سے امتیاز کے لیے بولا جاتا ہے"۔

حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کا فتویٰ بالکل درست ہے، علماے اشرفیہ بھی اسی کے قائل ہیں، دیکھیے ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ، اپریل ۱۹۹۹ء میں شارح بخاری مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کا مضمون۔ جسے مولف آئینہ نے بھی پیغام رضا، فکر و تدبیر نمبر، اپریل تا جون، ۲۰۰۹ء سے بہ عنوان "مسلک اعلیٰ حضرت کیوں" نقل کی ہے، اور عجیب و غریب انداز میں مضمون کی ابتدا فرمائی، پتا ہی نہیں چلتا ہے کہ مفتی صاحب کے مضمون کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

"مدیر پیغام رضا امسال کے جنوری کے اشرفیہ پرچے میں ایک مضمون بہ عنوان "چند اصلاح طلب گوشے" چھپا ہے، الخ"۔

بہر حال شارح بخاری کے مضمون سے یہ بات عیاں ہے کہ:

"مسلک اعلیٰ حضرت" کوئی نیا مسلک اور دین نہیں، "مسلک اعلیٰ حضرت" حقیقت میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اس طریقۂ مرضیہ و متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے، جو "هي الجماعة" اور "ما أنا عليه و أصحابي" کا مصداق ہے۔"

مفتی محمد نظام الدین صاحب رضویؔ، برکاتیؔ، ناظم مجلس شرعی، و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنی کتاب "مسلک اعلیٰ حضرت" میں اس مسئلہ کی بہت ہی دل نشین وضاحت فرمائی ہے۔ ہم ذیل میں اسی کتاب کے کچھ اقتباسات مع حذف و اضافہ نقل کرتے ہیں۔ مفتی صاحب مقدمۂ کتاب میں رقم طراز ہیں:

”عہد رسالت میں اِس (مذہب اسلام) کا اولین نام ”ما أنا علیه و أصحابي“ اور ”الجماعة“ تھا۔ اور اب کچھ بلاد اسلامیہ میں اسی کو ”صوفی مسلک“ سے جانا جاتا ہے۔ اور برصغیر ہند و پاک میں ایک خاص مناسبت اور اہل باطل سے امتیاز کی وجہ سے انھی اسلامی عقائد کو ”مسلک اعلیٰ حضرت“ سے موسوم کیا گیا۔ اب یہاں کے عرف و اصطلاح میں ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کا لفظ ”ما أنا علیه و أصحابي“ اور ”مسلک اہل سنت و جماعت“ کی مترادف اصطلاح ہے“۔(ص:۸)

مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے ہے یا فروع سے؟

مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ محض چند فروعی، فقہی مسائل اجتہادیہ کا نام نہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کا تعلق باب عقائد سے ہے۔ عقائد و فروع کا اختلاف اہل علم پر مخفی نہیں، مثلاً اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ آخری نبی ہیں، جو اس کا انکار کرے اور آپ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو ممکن بتائے وہ کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے؛ کیوں کہ وہ آیت قرآنیہ: ﴿وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ اور بہ کثرت احادیث نبویہ اور اجماع امت کا منکر ہے۔

اسی طرح اہل سنت کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول گرامی وقار ﷺ کی تعظیم و توقیر فرض عین ہے، اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی انسان کو کفر و ارتداد کے غارِ عمیق میں پہنچادیتی ہے۔ ان عقائد کا تعلق باب عقائد سے ہے۔

اور عورتوں کے زیورات میں زکات کا وجوب اور عدم وجوب۔ ماء قلتین کی نجاست و طہارت کا مسئلہ۔ جمع بین الصلاتین کا جواز، اور عدم جواز۔ آمین بالجہر اور آمین بالسرّ کا استحباب، اور عدم استحباب ان سب کا تعلق فروعی مسائل سے ہے۔

اب اگر کوئی شافعی المسلک زیورات میں زکات کو واجب نہ مانے۔ دو قلہ پانی کے مقدار کو وقوع نجاست سے نجس نہ کہے۔ دو وقتوں کی نماز کو جمع کرلیا کرے، اور آمین بالجہر

پر عامل ہو۔ تو کیا اسے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا مخالف قرار دے کر جماعت اہل سنت سے خارج کر دیا جائے گا؟ اسے مسلک بیزار مانا جائے گا؟ اس کو بدعتی کہا جائے گا؟ اس پر صلح کلی ہونے کا فتویٰ جاری کیا جائے گا؟

نہیں، اور ہر گز نہیں۔ کیوں کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' چند فروعی، فقہی جزئیات کا نام نہیں، بلکہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' نام ہے عقائد اہل سنت و جماعت کا۔ (از افادات مسلک اعلیٰ حضرت، مع حذف واضافہ)

اگر فروعی احکام و مسائل میں اختلاف کا نام ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہوتا تو ہمارے اکابر اہل سنت اور موجودہ مفتیانِ کرام، فتاویٰ رضویہ کے فروعی فقہی مسائل سے ہر گز اختلاف نہ کرتے۔

کسے نہیں معلوم کہ مزامیر کے ساتھ قوالی کی اجازت۔ الکحل آمیز دواؤں کے استعمال کی اجازت۔ لوگوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کے وقت اجتماعی صلاۃ و سلام کی اجازت۔ لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم کی اجازت۔ (جیسا کہ کلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی، وغیرہ بہت سے جامعات البنات میں اس کا رواج ہے) شناختی کارڈ، پاسپورٹ وغیرہ کے لیے فوٹو کھنچوانے کی اجازت، وادی محسر جو وادیِ عذاب ہے، میں وقوف کی اجازت، زوجۂ مفقود کے لیے فسخ نکاح کی اجازت، اور اسی طرح بہت سے مسائل جو فتاویٰ رضویہ کے بہ ظاہر صریح مخالف ہیں، لیکن کچھ مسائل میں ہمارے اکابر نے اور اکثر مسائل میں موجودہ مفتیان کرام نے ان چیزوں کی اجازت مرحمت فرمائی ہے؛ کیوں کہ ان تمام مسائل کا تعلق فروع سے ہے۔ یہ مسائل باب عقائد سے متعلق نہیں۔ (ایضاً ملخصًا)

مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کی تصنیف مسلک اعلیٰ حضرت سے کچھ اور اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔ انھیں بہ غور پڑھیں اور اپنے ذہن و فکر کے دریچے کھولیں۔

”حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ چاروں سواد اعظم اہل سنت کے فروعی مذاہب سے ہیں، جو فقہی، اجتہادی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح کے امور میں ایسے اختلافات بھی بندوں پر اللہ کی رحمت ہیں، اور دلائل شریعت کی بنیاد پر اختلاف کرنے والے فقہاے کرام بہر حال ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد سے کوئی حکم نکالنا چاہے اور صحیح اجتہاد کرے، تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔ اور جب حاکم اجتہاد سے حکم شرعی نکالنا چاہے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (جامع ترمذی: ج:۱، ص:۱۵۸/الاحکام، باب: ما جاء في القاضي، يصيب و يخطي، مجلس برکات، اشرفیہ)

مگر یہ حکم خطا پر نہیں، بلکہ اجتہاد پر ملتا ہے جو عبادت ہے، ہاں! خطا کے سبب کوئی گناہ ذمہ میں نہیں آتا، اور یہ بھی اجتہاد و عبادت ہی کا فیض ہے۔ یہی حکم بعد کے فقہاے محققین کے فقہی، فرعی اختلاف کا بھی ہونا چاہیے۔ اور ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کا تعلق امور اعتقادیہ سے ہے، جس کا مخالف، کافر اور بسا اوقات گمراہ اور گمراہ گر ہوتا ہے۔ چند فروعی و استثنائی امور کے سوا تمام عقائد کے احکام یہی ہیں۔ سچائی یہ ہے کہ ”مسلک اہل سنت و جماعت“، (جس کی ایک تعبیر آج ”مسلک اعلیٰ حضرت“ ہے) کا وجود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک سے ہے، کیوں کہ یہ ترجمانی ہے ارشاد رسالت ”ما أنا عليه و أصحابي“ اور ”و هي الجماعة“ کی“۔

مزید فرماتے ہیں:

”یہ حقیقت واضح رہے کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں سواد اعظم کا اتباع لازم ہے، اور فروعی اعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے تو ان میں بھی اشاعرہ و ماتریدیہ کا اختلاف واضح ہے۔ اسی طرح فقہی مذاہب اربعہ میں ان کے درمیان بے شمار احکام و مسائل اور خود ان کے اصول فقہ میں بہت سے اختلافات ہیں جو امت کے لیے رحمت ہیں، کیوں کہ سنت نبوی کے ہر پہلو پر ان کے ذریعہ عمل ہو جاتا ہے۔

ان اختلافات کے باوجود اشاعرہ و ماتریدیہ اور احناف و شوافع و مالکیہ و حنابلہ چوں کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں متحد و متفق ہیں، اس لیے یہ سب کے سب سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں شامل، اور اہل سنت ہی کے طبقات و مسائل ہیں۔ عالم اسلام کے مسلمانان اہل سنت اعتقادی طور پر اشعری یا ماتریدی، اور فقہ اسلامی میں ائمۂ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں، چناں چہ عموماً احناف ماتریدی، اور شوافع اشعری ہیں۔

مرقات المفاتیح میں ہے: "سوادِ اعظم" کی پیروی کرو۔ اس سے مراد اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے، یعنی "اصول عقائد جیسے ارکان اسلام میں اکثر مسلمانوں کا مذہب" رہے فروعی مسائل: جیسے عورت کا بدن یا آلۂ تناسل چھونے سے [امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک] مثلاً وضو کا ٹوٹ جانا، تو اس کے لیے اجماع کی حاجت نہیں۔ بلکہ اس میں مجتہدین میں سے ہر ایک کا اتباع جائز ہے۔ اور چند مسائل عقائد میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان جو اختلاف ہے، وہ مسائل حقیقت میں فروع سے ہیں؛ کیوں کہ وہ ظنی مسائل ہیں، اعتقادیات سے نہیں ہیں، جن کی بنیاد یقین پر ہوتی ہے۔ اور بعض محققین نے فرمایا کہ ان دونوں گروہوں کے سارے اختلافی مسائل، حقیقی و معنوی اختلافات سے نہیں، بلکہ سب کے سب لفظی اختلافات سے ہیں۔ (بہ حوالہ مرقاۃ المفاتیح، ج:۱، ص: ۳۸۳، حدیث: ۱۷۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسی "مسلک اہل سنت" سے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب کی چار شاخیں نکلیں، جن کے باعث چار فروعی مذاہب وجود میں آئے۔ فروع کا یہ اختلاف باعث رحمت و ثواب ہے، اور بہتر فرقوں کا اصول عقائد میں اختلاف باعث ہلاکت و عذاب ہے۔ اس لیے ان کا موازنہ دوسرے سے نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی فروع پر عقائد کا حکم جاری کیا جا سکتا ہے، دونوں میں کھلا فرق ہے۔

یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آج کے علمائے محققین اور فقہاے دین متین کے درمیان اگر فقہی، فروعی نوپیدا مسائل کے احکام کے بارے میں دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہو جائے تو اس کی وجہ سے وہ مستحق اجر و ثواب تو ہو سکتے ہیں، مگر ان پر یہ الزام عائد کرنا بڑی ناانصافی ہوگی کہ وہ "مسلک اہل سنت و جماعت" بہ لفظ دیگر "مسلک اعلیٰ حضرت" سے منحرف یا اس کے مخالف ہو گئے۔۔۔ جو بھی سنی ہے، وہ "مسلک اعلیٰ حضرت" پر گامزن ہے، اور جو بھی مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے، وہ سنی صحیح العقیدہ ہے۔

بالفرض اگر کوئی شخص اپنی شامت نفس سے معاذ اللہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو وہ گنہ گار تو ہے، مگر اس کی وجہ سے وہ اہل سنت و جماعت یا "مسلک اعلیٰ حضرت" سے خارج نہیں قرار پائے گا۔

پھر فقہا کے درمیان اگر شرعی دلائل کی بنیاد پر کسی نوپیدا مسئلہ میں بالفرض اختلاف بھی ہو جائے تو وہ، یا جو فقہ شافعی، مالکی، حنبلی پر کاربند ہیں، وہ اہل سنت، یا "مسلک اعلیٰ حضرت" سے کیسے خارج قرار دیے جا سکتے ہیں؟

یہ تو ہو سکتا ہے کہ فہم دلیل و تحقیق حکم میں کہیں کسی سے لغزش ہو جائے، تو اسے بعدِ وضوحِ تام، خاطی کہہ سکتے ہیں، مگر یہ حق بھی صرف صاحب بصیرت و وسعت اطلاع علما و فقہا کا ہے، ان کے سوا اور کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں"۔ (مسلک اعلیٰ حضرت)

مذکورہ بالا اقتباسات سے اہل فہم پر خوب واضح ہوگیا ہوگا کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا تعلق باب عقائد سے ہے، نہ باب فروع سے۔ مگر اس کے باوجود اگر کوئی اصول وفروع کا فرق نہ سمجھ سکے، اور بے محابہ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین پر کسی فرعی مسئلہ کو بنیاد بناکر مسلک سے انحراف کا الزام رکھے تو اس کے بارے میں مولانا لیس اختر مصباحیؔ صاحب کا یہ کہنا کیا غلط ہے؟ کہ:

اور کیا مصباحیؔ صاحب کا یہ تبصرہ درست نہیں ہے؟ کہ:

''کبھی کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بے جا تشدد بلکہ تحمق کے حامل، کچھ انتہا پسند افراد نے اپنی جہالت وحماقت اور اپنی تنگ نظری اور کج فکری سے اپنے دل ودماغ میں کوئی ایسا مسلک (فکر وخیال) پال رکھا ہے کہ اکابر واسلاف اہل سنت کی ہدایت وارشادات کو بھی وہ لائق اعتنا اور قابل عمل نہیں سمجھتے۔ یہ فکر وعمل نہ تصلب مطلوب ہے، نہ تعصب محمود''۔

فیصلہ قاری کے صواب دید پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بریلوی کسے کہتے ہیں؟

جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری، رضویؔ، ازہریؔ، دامت برکاتہم القدسیہ کے سفر حج وزیارت (۳۱/اگست ۱۹۸۶ء) کے موقع پر مکہ مکرمہ میں گرفتاری کا واقعہ تحریر کرتے ہوئے مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب اپنی کتاب ''حیات تاج الشریعہ'' میں تحریر کرتے ہیں:

''۔۔۔دس بجے پھر سی۔ آئی۔ ڈی۔ سے گفتگو ہوئی، اس نے مجھ سے پوچھا کہ: ہندوستان میں کتنے فرقے ہیں؟ میں (حضور تاج الشریعہ) نے شیعہ، قادیانی وغیرہ چند فرقے گنائے۔ اور میں نے واضح کیا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قادیانیوں کا رد کیا ہے۔ اور ان کے رد میں چھ رسالے ''جزاء اللہ عدوہ، قہر الدیان، السوء والعقاب'' وغیرہ لکھے ہیں۔ ہم پر کچھ لوگ یہ تہمت لگاتے ہیں، اور آپ کو بتایا ہے کہ ''ہم اور قادیانی ایک ہیں۔'' یہ غلط ہے۔ **اور وہی لوگ ہمیں ''بریلوی'' کہتے ہیں۔ جس سے وہم ہوتا ہے کہ ''بریلوی'' کسی نئے مذہب کا نام ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اہل سنت وجماعت ہیں۔**

سی۔آئی۔ڈی۔کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ:

"امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی۔ بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار مصطفی ﷺ اور صحابہ و تابعین اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب ہے۔ اور یہ کہ ہم اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس مقصد سے "بریلوی" کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پیرو ہیں، ہم پر بہتان ہے"۔ (حیات تاج الشریعہ ص:۴۲، اسلامک ریسرچ سینٹر، ۵۸ کسگران، سوداگران، بریلی شریف، طبع دوم، صفر المظفر، ۱۴۳۴ھ)

"میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ: "بریلوی" کوئی مذہب نہیں ہے۔ اور اگر کوئی نیا مذہب بنام "بریلوی" ہے تو میں اس سے بری ہوں"۔ (ایضا، ص:۴۳، ۴۴)

اقرار نامہ میں میرے مطالبہ پر اس نے یہ اضافہ کیا کہ:

"بریلویت" کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اور ہم لوگ اپنے آپ کو "اہل سنت و جماعت" ہی کہلوانا پسند کرتے ہیں۔" (ایضا، ص:۴۴)

۱۹۸۵ء میں انگلینڈ میں "حجاز کانفرنس" کا انعقاد ہوا، جس میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قبلہ قادری، حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مصباحی، اور حضرت مولانا شاہد رضا نعیمی وغیرہ شریک تھے، اس کانفرنس میں ایک تجویز یہ بھی پاس ہوئی تھی کہ "رابطۂ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ" میں ہند و پاک اور برطانیہ کے علمائے اہل سنت و جماعت کو نمائندگی دی جائے۔ حضور ازہری میاں قبلہ فرماتے ہیں:

"سی۔آئی۔ڈی۔کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ: لندن کے اس اجلاس میں جس میں میں شریک تھا بنام "بریلویت" مسائل پر مباحثہ نہ ہوا، بلکہ اتحاد اسلام اور تنظیم المسلمین پر تقاریر ہوئیں۔ اور اس جلسہ کا خرچ وہاں کے سنی مسلمانوں نے اٹھایا اور اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ:

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیرو، اہل سنت و جماعت کو "رابطۂ عالم اسلامی" میں نمائندگی دی جائے۔ جس طرح ندویوں وغیرہ کو رابطہ میں نمائندگی حاصل ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ یہ تجویز باتفاق رائے پاس ہوئی تھی" (ایضا، ص:۴۴)

اس سے چند ماہ قبل پاکستان کے سفر کے موقع پر جناب ابوزاہد نظامی نے آپ سے ایک انٹرویو لیا تھا۔ دوران گفتگو محمد صدیق صاحب نے آپ سے ایک سوال کیا کہ "پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں، اور بعض اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں۔ کیا یہ اچھی بات ہے؟

آپ نے فرمایا: "بریلوی" کوئی مسلک نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ اہل سنت و جماعت ہیں۔"

"ہمارا مسلک یہ ہے کہ: ہم حضور ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ حضور کے صحابہ کا ادب کرتے ہیں۔ حضور کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ حضور کی امت کے اولیا اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ فقہ میں ہم امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ **ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے۔ ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔**" (ماہ نامہ، ضیاء حرم، لاہور، شمارہ، فروری، ص:۱۴، ۱۹۸۶ء)

صلح کلیت کیا ہے؟

مولف آئینہ نے ص: ۲۲/ پر ایک سرخی قائم کی: "صلح کلیت کا مفہوم"۔ تقریبا ۸، ۹/ صفحات پر مشتمل یہ مضمون مولف کی کج فہمی پر واضح دلیل ہے، جس میں بے بنیاد الزامات واتہامات کے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قارئین ان کے ہفوات و خرافات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں، پھر اصل موضوع پر گفتگو کی جائے گی۔

مولانا لیس اختر مصباحی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ لیس اختر مصباحی صاحب کا ۴۸/ صفحات پر مشتمل کتابچہ، بنام "عرفان مذہب و مسلک" نہایت غیر سنجیدہ، غیر مربوط اور مصنف کی پریشان خیالی کا مظہر اتم ہے۔۔۔ اس میں نہ کوئی تمہید ہے، نہ تہدیہ، و انتساب، اور نہ ہی سبب تالیف، اس کتابچہ کو شروع سے اخیر تک پڑھ جایئے بس یہ محسوس ہو گا کہ لکھنے والے کو کوئی دوڑا رہا ہے، اور اسی حال میں اس کے ذہن میں جو آتا جا رہا ہے، اسے وہ لکھتا جا رہا

ہے، یا پھر یہ کہ سوتے سے کوئی اچانک بیدار ہوا، کسی نے ہاتھ میں قلم کاغذ تھمادیا، بے خیالی اور غنودگی میں وہ کچھ لکھ گیا"۔

جنھوں نے "عرفان مذہب و مسلک" کا مطالعہ کیا ہوگا ان پر یہ بات خوب واضح ہوگئی ہوگی کہ علامہ مصباحی صاحب قبلہ کی کتاب کے بارے میں مولف کا یہ تبصرہ کس حد تک درست ہے؟ اور "عرفان مذہب و مسلک" غیر سنجیدہ و غیر مربوط ہے، یا مولف کج فہم ہی اسے سمجھنے سے قاصر ہے؟

رہی یہ بات کہ اس میں تمہید و تہدیہ اور انتساب و سبب تالیف نہیں ہے، تو یہ بات مولف کے جہل مرکب کا پتادے رہی ہے۔ ارے جناب! کسی سنی ادارے سے آپ فارغ التحصیل تو نہ ہوسکے کہ اس کو سمجھ سکیں۔ شاید آپ نے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری" کا نام ضرور سنا ہوگا! پہلے یہ کتاب مجلس برکات اشرفیہ مبارک پور سے منگا کر، اس کا مطالعہ کیجیے! اگر سمجھ میں نہ آئے تو کسی ذی استعداد مصباحی عالم سے سمجھیے کہ رئیس المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، رحمہ اللہ الباری [۱۹۴ھ-۲۵۶ھ] نے اپنی "صحیح" کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے تو فرمایا مگر حدیث "كل أمر ذی بال...إلخ، کے باوجود حمد الٰہی کا ذکر نہ کیا [اگرچہ علما نے ان کی جانب سے متعدد اعذار پیش کیے ہیں کہ "حمد والی حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے۔ حمد سے ابتدا کرنا خطبات کے ساتھ خاص ہے۔ حدیث تحمید منسوخ ہے، وغیرها من الأعذار]

اب اگر کوئی شخص اپنی قابلیت کے زعم میں امام بخاری پر یہ اعتراض کر بیٹھے کہ انھوں نے حمد الٰہی سے اعراض کرکے حدیث کی مخالف کی، تو اسے کیا کہا جائے گا؟ اور دور کیوں جائیے رسائل رضویہ کو تو آپ نے ضرور دیکھا ہوگا؟ کیا ان سب رسائل میں طول طویل تمہید ہے؟ تہدیہ و انتساب سے کتاب کا حجم بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے؟ معروف طرز تحریر کے

مطابق تقریظات کی کثرت ہے؟۔۔۔اگر ہمت ہے تو اس پر اعتراض کیجیے اور پھر دیکھیے، محافظین "مسلک اعلیٰ حضرت"، فرزندان اشرفیہ آپ کی کیسی حجامت بناتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ آپ نے "اہداء" میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان، جلالۃ العلم، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علاوہ بہت سے بزرگان دین کے نام ذکر کیے ہیں، اور اتنی توفیق نہ ہوسکی کہ ان کے ناموں کے آگے کلمۂ ترحم و ترضی ذکر کرتے۔

ع الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

رئیس القلم، علامہ یس اختر مصباحی، ایک باوقار طرز تحریر کے ماہر اور عظیم مفکر کا نام ہے، جن کے بارے میں قائد اہل سنت، مجاہد عظیم، حضرت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"آپ کے متعلق میرا سب سے بلند تصور یہ تھا کہ: آپ ایک بہت اچھے صاحب قلم، ایک فلک پیما مفکر، ایک صاحب طرز ادیب، اور جذبات و احساسات کے ایک انقلابی ترجمان ہیں، لیکن تازہ اداریہ کے ذریعہ پہلی بار اس حیثیت سے آپ کا تعارف ہوا کہ:

"آپ، اہل سنت کے فکری اور علمی مستقبل کے بہت بڑے منصوبہ ساز ہیں۔ خداے قدیر آپ کی ان انگلیوں کی حفاظت فرمائے جو اب تک صرف قلم پر تھیں، لیکن اب ایک شکستہ حال قوم کی نبض پر ہیں۔ (بحوالہ ماہ نامہ حجاز، دہلی، ص:۲۳۸، شمارہ صفر المظفر، ۱۴۱۲ھ، اسلامک پبلیشر مٹیا محل، دہلی)

قائد اہل سنت تو علامہ مصباحی صاحب کو ایک اچھا صاحب قلم، فلک پیما مفکر، صاحب طرز ادیب اور جذبات و احساسات کا انقلابی ترجمان قرار دیں، اہل سنت کے فکری اور علمی مستقبل کا بہت بڑا منصوبہ ساز تصور کریں، اور آئینہ صلح کلیت کا مولف (جس کا حال یہ ہے کہ پڑھا نہ لکھا، نام محمد فاضل) ان کے بارے میں یہ لکھے کہ:

''کتابچہ نہایت غیر سنجیدہ، غیر مربوط اور مصنف کی پریشان خیالی کا مظہر اتم ہے۔۔۔اس کتابچہ کو شروع سے اخیر تک پڑھ جایئے بس یہ محسوس ہوگا کہ لکھنے والے کو کوئی دوڑا رہا ہے، اور اسی حال میں اس کے ذہن میں جو آتا جا رہا ہے، اسے وہ لکھتا جا رہا ہے، یا پھر یہ کہ سوتے سے کوئی اچانک بیدار ہوا، کسی نے ہاتھ میں قلم کاغذ تھما دیا، بے خیالی اور غنودگی میں وہ کچھ لکھ گیا''۔

سچ ہے! غیض و تعصب اور بغض و حسد کی نظر ایسی ہی ہوتی ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مولف صاحب اس کے آگے لکھتے ہیں کہ:

''ذہن پر دباؤ ڈالیں اور بار بار پڑھیں تو تین باتیں سمجھ میں آتی ہیں''۔ (ص:۲۲)

میں کہتا ہوں: ذہن پر دباؤ ڈالنے کے لیے خود ذہن کا ہونا ضروری ہے، اور جو شخص عقل و خرد سے عاری ہو وہ رئیس القلم کی تحریر کو کیا سمجھ سکے گا؟۔۔۔خیر یہی کم نہیں کہ جناب کو اس میں تین باتیں سمجھ میں آگئیں، وہ بھی ذہن پر زور ڈالنے سے، بار بار پڑھنے سے، ورنہ چاہتے تو یہ بھی لکھ سکتے تھے کہ اس میں تو کچھ لکھا ہی نہیں ہے، محض بیاض ہے!

الزام تراشیاں

مولف آئینہ صاحب کو الزام تراشی اور افترا پردازی میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان قائم کرتے ہیں ''صلح کلیت کا مفہوم'' اور اس کے تحت کہیں یہ الزام لگاتے ہیں کہ:

''عرفان مذہب و مسلک'' میں صرف تین باتیں ہیں، ایک تو یہ کہ اس دنیا میں سب سے بڑا دین کا کام اگر کوئی ہے تو وہ یہ کہ موجودہ دور کے چند مصباحی حضرات کی خدمات پر صبح و شام ڈھول بجایا جائے، اور لوگوں کو بتایا جائے کہ اس وقت جو کچھ ہے، اسلام کے دامن میں وہ چند مصباحی حضرات کا کیا دھرا ہے، باقی علما، مشایخ، خانقاہیں، مدارس، شخصیات سب دنیا کما رہے ہیں''۔

مولف کے حسد و تعصب میں ڈوبے ہوئے جملے ملاحظہ کیجیے! پھر ''عرفان مذہب و مسلک'' کھول کر بہ نظر انصاف دیکھیے کہ حضرت علامہ مصباحی صاحب نے یہ

کب دعویٰ کیا ہے کہ اس دنیا میں سب سے بڑا دین کا کام موجودہ دور کے چند مصباحی حضرات ہی انجام دے رہے ہیں؟

انھوں نے یہ کہاں لکھا ہے کہ باقی علما مشائخ، خانقاہیں، مدارس اور شخصیات دنیا کما رہے ہیں؟

اور اگر انھوں نے فرزندان اشرفیہ کے کارہائے نمایاں کا ذکر، کر دیا تو اس سے کچھ لوگوں کے کلیجے منھ کو کیوں آنے لگے؟ کہیں اشرفیہ سے خارج کیے جانے کا جذبۂ انتقام تو نہیں، جو مولف کو پریشان کیے ہوئے ہے؟

جناب عالی! اگر اللہ عزوجل کسی فرد یا چند افراد سے اپنے دین متین کی کچھ خدمت لے لے، اور اللہ کے وہ بندے بہ طور امتنان و تشکر اور تحدیث نعمت، اس کا اظہار کریں، تو اس میں غلط کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنزالایمان)

رئیس القلم تو یہ لکھتے ہیں کہ:

”جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنی تاسیس سے آج تک ہمیشہ اور ہر دور میں فکر رضا و مسلک رضا کو علمی و فکری و فقہی انداز میں پیش کرتے رہنے کی ایسی ممتاز اور لازوال خدمت انجام دی ہے، جس سے اہل سنت کا سر فخر سے اونچا ہوتا رہا، اور آج بھی اس کی نمایاں خدمات ہر جہت سے سواد اعظم اہل سنت کے لیے باعث اعزاز و افتخار اور مدارس اہل سنت کے لیے قابل تقلید و لائق اتباع ہیں۔“

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ عالم اسلام کی عبقری شخصیت امام اہل سنت، فقیہ اسلام، مفتی شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ عنہ کے عظیم فقہی شاہ کار ”فتاویٰ رضویہ شریف“ کی طباعت کی ذمہ داری حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفی رضا قادری، برکاتی، علیہ الرحمہ والرضوان نے فرزندان اشرفیہ کے سپرد کیا تھا؟ اور فرمایا تھا:

”تم لوگوں کے علاوہ اور کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟“

کیا یہ غلط ہے کہ:

"جد الممتار علی رد المحتار" (تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ) کی اشاعت "المجمع الاسلامی، مبارک پور" سے ہوئی؟

یاد رکھیے! اس مجمع کے ارکان وہی فرزندان اشرفیہ ہیں جنھیں ص: ۵۸؍ پر آپ نے "گدھا" ثابت کرنے کی عظیم جسارت کی، اور بار بار انھیں صلح کلیت کا طعنہ دیا۔ یعنی علامہ محمد احمد مصباحیؔ، علامہ عبدالمبین نعمانیؔ، مصباحیؔ، علامہ یٰس اختر مصباحیؔ اور علامہ افتخار احمد قادریؔ، مصباحیؔ، دامت فیوضہم۔ اور مولانا نصر اللہ مصباحیؔ، رحمہ اللہ۔

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ضخیم مجموعہ "جہان مفتی اعظم" کے مرتبین علامہ محمد احمد مصباحیؔ، علامہ عبدالمبین نعمانیؔ، علامہ مقبول احمد سالکؔ، مصباحیؔ، سے آپ خوب واقف ہوں گے۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ اپنی مثال آپ ہے۔

جامعہ اشرفیہ ہی کے وسیع وعریض حال میں ہر سال یوم رضا (۲۵؍ صفر) اور یوم مفتی اعظم ہند (۱۴؍ محرم الحرام) نہایت تزک واہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

کیا یہ بھی صلح کلیت کا کوئی حصہ ہے؟

موطا امام محمد کے حاشیہ میں علامہ عبدالحی فرنگی محلی کے بعض حنفیت مخالف تفردات کا جواب اگر کوئی دے، تو ایک مصباحیؔ سپوت مولانا صدر الوریٰ قادریؔ! پھر بھی فرزندان اشرفیہ کو باغی مذہب ومسلک قرار دے کر مسلک نکالا دیا جائے؟

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے تحریر فرمودہ تعلیقات بخاری، اور جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کے "تعلیقات زاہرہ" صحیح بخاری کے ساتھ کون شائع کر رہا ہے؟ مجلس برکات اشرفیہ ہی اس کا متحمل کیوں ہوا؟

شان غوثیت میں نظم کی صورت میں خراج عقیدت بنام "اکسیر معظم" اور اس کی فارسی شرح "مجیر معظم" (تصنیف لطیف، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، قدس سرہ) متن وشرح کے

ترجمہ کے ساتھ ۱۲۰؍ سال بعد اگر کسی کو شائع کرنے کی توفیق ہوئی تو مولانا محمد احمد مصباحیؔ، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ ہی کو کیوں؟

''امام احمد رضا اور بدعات و منکرات'' لکھنے والے مولانا یس اختر مصباحیؔ ہی کیوں؟

درسی و غیر درسی متعدّد کتابوں پر تحشیے و تعلیقات امام اہل سنت کی تصنیفات و تحقیقات کے حوالے سے کس کے ذریعہ منشاشہود پر آرہے ہیں؟

اشرفیہ کی مخالفت میں بغض و حسد میں چور ''امام احمد رضا لائبریری'' اشرفیہ مبارک پور کی عظیم الشان عمارت اور اس میں درسی و غیر درسی ہزاروں کتب و رسائل کو اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کریں، پھر اشرفیہ پر انگشت نمائی کا حوصلہ پیدا کریں۔

مگر مولف صاحب اشرفیہ کیوں جائیں گے کہ ذمہ داران اشرفیہ نے ان کی غیر ذمہ دارانہ سرگرمیوں کے سبب ان کا خارجہ کر دیا تھا۔ پھر تو انھوں نے ندوہ سے قربت ہی کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار سمجھا!

جب دیوبندیوں نے ایک منظم سازش کے تحت اپنے ہی لوگوں کو جنگ آزادی کا ہیرو قرار دیا اور علمائے اہل سنت بالخصوص علامہ فضل حق خیر آبادیؔ وغیرہ کو بھول چکے تھے، تو ان کے حالات اور ۱۸۵۷ء کا سچ کس نے اجاگر کیا؟ آخر علامہ یس اختر مصباحیؔ ہی کیوں اس کے لیے موزوں قرار پائے!

قارئین! فرزندان اشرفیہ کی خدمات کا ایک مختصر تعارف آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اب آپ دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کریں کہ علامہ مصباحیؔ صاحب کا یہ کہنا، کیا غلط ہے کہ:

''کیا جذباتی تقریریں اور نعرے لگوانا ہی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی سب سے بڑی خدمت ہے؟ مختلف شعبہائے فکر و عمل سے بے نیاز رہ کر اجتماعی مسائل کو نظر انداز کرتے رہنا کون سا مسلک، اور کہاں کی دانش مندی ہے؟

یقیناً آپ کا فیصلہ نفی میں ہوگا۔ اگر اس تحریر سے کوئی یہ سمجھے کہ مصباحیؔ صاحب کو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نعرے سے چڑھ ہے، تو اسے آپ کیا کہیں گے۔

فیصلہ آپ کی صواب دید کے حوالے۔

صلح کلیت کے مفہوم کے تحت آئینہ کے مولف نے دوسری بات یہ ثابت کرنے کی سعی نا مشکور کی ہے کہ ''ارباب اشرفیہ اور دعوت اسلامی جیسے ادارے اور تحریکیں صلح کلیت کو فروغ دے رہی ہیں۔'' علامہ مصباحی کو ''غلط بیانی کی ساری حدیں توڑنے والا۔ اور اپنی غلطیوں اور لغزشوں پر ماتم و توبہ و رجوع نہ کرنے والا اور الزام تراشی کا شیوہ اختیار کرنے والا'' جیسے بیہودہ، اتہامات و الزامات سے نوازا ہے۔ پھر اپنی کج فہمی بلکہ لاعلمی کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ:

''یہ بات قیاس سے بالاتر ہے کہ کوئی عقل و بصیرت والا شخص کسی صحیح العقیدہ فرد یا ادارہ یا تحریک کو بلا سبب صلح کلی کہے گا؟''

بے حد افسوس کا مقام ہے کہ جس ذات شریفہ کے مبلغ علمی کا یہ حال ہو کہ ایک بدیہی امر کو نہ سمجھ سکا، وہ مولف کیسے ہو گیا!

جناب عالی! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اچھوں پر کیچڑ اچھالنا، انھیں برا بھلا ثابت کرنا دنیا کی پرانی عادت ہے؟

ؔ ابھی کم سن ہیں وہ نہیں واقف ناز کیا چیز ہے ادا کیا ہے؟

آپ کے مناسب حال ایک لطیفہ یاد آگیا۔ آپ ہی کی طرح، ایک شاعر نے سلطان محمود غزنوی کی بارگاہ میں درج ذیل شعر پڑھا:

ؔ مراد دلے ست بہ کفر آشنا کہ چندیں بار بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

''یعنی میرا دل ایسا کفر آشنا ہے کہ میں بارہا کعبہ شریف گیا، مگر برہمن کا برہمن ہی رہ گیا''

یہ شعر سن کر سلطان کے چہرے کا رنگ بدل گیا، ایک شاعر جو اس وقت حاضر خدمت تھا اس کی طرف متوجہ ہو کر سلطان نے کہا: ''جوابے داری؟'' اس نے بے ساختہ عرض کیا:

؎ ”خرِ عیسیٰ اگر بہ مکہ رود　　　　چوں بیاید ہنوز خر باشد“

”یعنی گدھا، گدھا ہی رہے گا اگر چہ وہ مکہ شریف کی سیر کر آئے“۔

یہی حال آپ کا ہے کہ بغداد مقدس کی پاک سرزمین کی سیر و سیاحت کے باوجود حال یہ ہے کہ ”گھر کے رہے نہ گھاٹ کے“

عالی جناب!

؎ اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت
تو بس ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

محترم! غور کیجیے! سند المحدثین سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرکے عرصۂ حیات تنگ کرنے والے غیر نہیں اپنے ہی تھے۔ امام موصوف کا ارتحال کس، کس مپرسی کے عالم میں ہوا، ذرا حالات محدثین کا مطالعہ کرکے معلوم کیجیے! امام ربانی، ابن عربی اور امام غزالی پر صلح کلیت پر الزام بے بنیاد لگانے والے کون تھے؟ اور خود سراج الائمہ سیدنا و امامنا امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات مقدس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والوں میں ایک لمبی فہرست اپنوں کی نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ اسماء الرجال کی کتابیں کھولیے اور دیکھیے کہ ان میں کیا کچھ لکھا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین نے وضاحت کی ہے کہ معاصرین کا جرح ایک دوسرے پر مطلقاً معتبر نہیں، بلکہ اسے کچھ شرطوں اور قیدوں کے ساتھ مشروط و مقید کیا ہے۔

کیا اب بھی نہیں سمجھے؟ کیا امام بخاری و امام غزالی، امام ابو حنیفہ و امام ابن عربی رضی اللہ عنہم کے حاسدین کے پاس عقل نہ تھی؟ کیا وہ حضرات بصیرت سے خالی تھے؟ کیا وہ تمام حضرات بد عقیدہ تھے؟ سنی نہیں تھے؟ یا یہ حضرات صحیح العقیدہ نہیں تھے؟ کیا یہ باتیں اب بھی قیاس سے بالاتر ہیں؟۔۔۔ نہیں اور ہر گز نہیں۔

لیکن آپ کو تو اشرفیہ کے نام سے چڑھ ہے۔ سال بھر جس ادارے کا دانہ پانی کھایا، پیا، کیا۔ اس کے حق کے نمک ادائے کی صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ اپنے ہی محبوب ادارے کو صلح کلیت کا اڈا ثابت کرکے غیروں کو ہنسنے کا موقعہ فراہم کیا جائے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

ع آواز دو انصاف کو، انصاف کہاں ہے؟

جناب عالی! آپ نے بعض ذمہ داران اشرفیہ پر وہابیوں، دیوبندیوں کے ساتھ جلسہ جلوس کرنے کی حمایت کا جو الزام ناسرانجام عائد کیا ہے، وہ کتنا افسوس ناک ہے۔ وہ ذمہ داران اشرفیہ کون کون سے لوگ ہیں؟ ان کے اسمائے گرامی ذکر کرنے سے کون سی چیز مانع تھی؟ بتایئے نا! تاکہ ان سے مواخذہ کیا جائے۔ مگر کبھی ذکر نہ کر سکیں گے۔ صرف یہ کہنے سے کام چلنے والا نہیں کہ:

''راشٹریہ سہارا کے صفحۂ اول پر دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلما، جامعۃ الفلاح، اور جامعہ اشرفیہ کا نام مشترکہ اجلاس کے اشتہار کی شکل میں شائع ہوتا ہے، لیکن جامعہ اشرفیہ کی طرف سے نہ اس کی کوئی تردید شائع ہوتی ہے نہ صفائی''۔

میں کہتا ہوں، اس ناپاک جملے سے آپ نے جامعہ اشرفیہ پر جو کیچڑ اچھالنے کی جرأت رندانہ کی ہے، اور قوم کو مغالطہ میں ڈالا ہے، یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

میں انصاف پسند حضرات سے سوال کرنا چاہوں گا خدارا انصاف کی روشنی میں جواب دیں کہ اگر کسی نے جامعہ اشرفیہ کے ذمہ داران سے پوچھے بغیر ''دہشت گردی مخالف مہم'' میں جامعہ اشرفیہ کا نام چھپوا دیا تو کیا ارباب اشرفیہ اس کے ذمہ دار ہیں؟ اور کیا اشرفیہ کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ وہ اس بات کی صفائی دیتے پھریں کہ ہم دہشت گردی کے مخالف نہیں بلکہ موافق ہیں؟ اور کیا اس جلسے میں ایمان و عقیدہ پر بحث ہونے والی تھی؟ کوئی عقل مند انسان ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ہی جیسے کسی

فتین نے جامعہ اشرفیہ کو بدنام کرنے کے لیے نام شائع کرادیا ہو۔ اگر جناب کے علم میں ہو کہ اشرفیہ کے کچھ ذمہ داران اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے تو واضح کیجیے کہ ان کی شرکت اسی طور پر تھی جو ممنوع و حرام ہے۔ ورنہ یاد رکھیے کہ اس طرح اوچھی ترچھی حرکتیں دنیا میں بھی رسوائی کا سبب بنیں گے اور اللہ علیم و خبیر کے یہاں بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ڈریے یوم حساب سے۔ خوف کیجیے رب قہار و جبار کے دردناک عذاب اور سخت پکڑ سے۔﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴾

اسی طرح دعوت اسلامی کے مبلغین کے بارے میں جو سنی سنائی ہوائی باتیں آپ نے تحریر کی ہیں اور نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے، اور پھر حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری مد ظلہ العالی کے حوالے سے مولانا الیاس قادری اور سید غلام عبدالقادر کا طول طویل واقعہ لکھ کر زبردستی دعوت اسلامی کو وہابیوں کا مقتدی بنانے کی کوشش کی ہے، اس کوشش میں آپ بری طرح ناکام رہے، بقیہ باتوں کے ساتھ اس ناکامی کی واضح دلیل مولانا الیاس قادری صاحب کا یہ جملہ ہے جسے آپ نے نقل کیا ہے:

”اس کے بعد مولانا محمد الیاس قادری صاحب نے اس شخص (سید غلام عبدالقادر) پر اپنی برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ: جب حضرت (محدث کبیر) نے (دیوبندیوں وہابیوں کی اقتدا سے) منع فرمادیا تو تجھے مان لینا چاہیے“

مگر آپ کو تو گویا وہم کی بیماری ہے کہ کچھ وہمی مقدمات کو قطعی سمجھ کر ان سے عجیب و غریب نتائج اخذ کرتے چلے جاتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں صلح کلی کہہ دیتے ہیں، اور جسے چاہتے ہیں باغیِ مسلک قرار دیتے ہیں۔ میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ کسی اچھے معالج سے پہلے علاج کرالیجیے، پھر کچھ خامہ فرسائی کی جرأت کیجیے۔ یہ ایک مخلصانہ مشورہ ہے۔۔۔۔

لکھنوی تہذیب و سنجیدگی کے نادر نمونے

حیرت ہے اس شخص پر جسے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قائم کردہ جامعہ کی علمی فضا توراس نہ آئی۔ ندوہ کی قربت نے اسے ایسا بے بہرہ بنادیا کہ بڑے بڑے علما، فضلا اور مفتیان کرام کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔

انھیں کہیں بدعمل لکھتا ہے، توکہیں آزاد روش۔ کہیں لاابالی، توکہیں صلح کلی۔ کہیں وہابیوں اور دیوبندیوں کا حامی و معاون قرار دیتا ہے، توکہیں خاطی و مسلک بیزار۔ اور امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے بغض و حسد رکھنے والا بتاتا ہے۔ کہیں انھیں ناسمجھ اور حریص ثابت کرتا ہے، توکہیں ایمان و عقیدہ سے بے نیاز۔ کہیں سواد اعظم کا مذاق اڑاتا ہے، توکہیں اساتذۂ اشرفیہ کو متملقین کی نہایت فعال جماعت کہتا ہے۔ کہیں مصباحی صاحب کواقراری مجرم قرار دیتے ہوئے اپنے عاقبت یوں خراب کرتا ہے کہ:

پس مصباحی صاحب کا اندرون خانہ رشتہ ان فرقۂ باطلہ (وہابیہ، دیابنہ) کے افراد سے گہرا ہے۔

کہیں لکھتا ہے کہ: ”مصباحی صاحب کو بدمذہبوں کی صحبت نے اتنا بگاڑ دیا ہے کہ گناہ کرکے انھیں حیا بھی محسوس نہیں ہوتی، مصباحی صاحب جیسے بزدل انسان۔۔۔ اس طرح بھاگے جیسے گدھے کے سر سے سینگ“۔

کہیں لکھتا ہے کہ: ”غیروں کا دیا ہوا فلیٹ اور روپیہ قبر میں کام نہیں آئے گا۔۔۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے واصل جہنم ہو چکے، کتابچیوں کے مصنف کی کیا گنتی“؟

کہیں یہ ثابت کرتا ہے کہ علامہ مصباحی آتنکی ہیں۔

توکہیں یہ الزام رکھتا ہے کہ:

”مولانا مصباحی۔۔۔ اور ان جیسے بعض افراد سنیت اور بزرگوں کا نام لے کر کسی باہری طاقت کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ضمیر فروش ہیں۔ وطن فروش ہیں۔ ملت فروش ہیں“۔

کہیں فضلاے اشرفیہ کو یوں چیلنج کرتا ہے کہ:

''کہاں ہیں مصباحی برادران؟ سوال کریں ان سرپھرے مصباحیوں سے''۔

کہیں مصباحی برادران کے لیے مولویان صلح کلیت کا جملہ لکھ کر یوں ڈینگ مارتا ہے کہ:

''کسی پلپلے مصباحی کا کلیجہ کیوں پھٹتا ہے''؟

کہیں عام علما کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے اور انا ولا غیری کا دم بھرتا ہے کہ:

''بہت سارے کم فہم مولوی آنکھ بند کر کے مصباحی صاحب کے سُر میں سُر ملاتے ہیں، اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں، اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں''۔

کہیں بڑے بڑے علما و فضلا پر یوں طنز کرتا ہے کہ:

''وہابیوں، دیوبندیوں سے بلکہ بد مذہبوں سے غلامان باوفا کی طرح ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انداز خیر خواہانہ اور یارانہ ہوتا ہے''۔

کہیں مصباحی صاحب کو فریبی، خائن، بددیانت اور تحریف و انحراف کا مجرم بلکہ یہود و نصاری کی عادت قبیحہ اختیار کرنے والا ثابت کرتا ہے، اور وہابیوں کی روش پر چلتے ہوئے قرآن مقدس کی کچھ آیات کریمہ تحریر کرتے ہوئے زبردست فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔

کہیں اپنی تہذیب کا یوں نمونہ پیش کرتا ہے کہ:

''مصباحی صاحب کو چاہیے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی تحریک چلائیں''، نعوذ باللہ!

جرأت و جسارت کا عالم یہ ہے کہ اشرفیہ کے مخلصین کو اشرفیہ کو بدنام کرنے والا بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ اشرفیہ کو بدنام کرنے میں سب سے بڑا رول مولانا یس اختر مصباحی کی آزاد خیالی اور مفتی نظام الدین مصباحی صاحب کے اسلاف مخالف فتوے ہیں''۔

صدر العلما اور سربراہ اعلی اشرفیہ کی عظمت و اہمیت پر یوں حملہ کرتا ہے کہ:

''شیخ الجامعہ مولانا محمد احمد مصباحی کی انا اور احساس برتری اور اپنے ہی پیر و مرشد سرکار مفتی اعظم کی توہین، اور باوجود شور و ہنگامے کے مسلسل خموشی اور سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ کی کمزور قیادت نے اشرفیہ کو بدنام ہونے کا موقع فراہم کیا''۔

علماے اشرفیہ کے تعلق سے اپنے دل کا بغض یوں نکالتا ہے کہ:

"اور آج جب لوگ۔۔۔ خدا اور سول کے دشمنوں سے یارانہ نبھار ہے ہیں تو اللہ نے عزت کے بجائے ذلت کا طوق گلے میں ڈال دیا۔ اور یہ ذلت پرچہ، پمفلٹ اور کتابچہ تقسیم کرنے سے ختم ہونے والی نہیں جب تک کہ علانیہ گناہوں اور مسلک مخالف حرکتوں سے توبہ ورجوع نہیں کر لیتے۔۔۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج اشرفیہ کی چہار دیواری کے اندر مسلک کا خون ہو رہا ہے۔ مجلس شوریٰ کے رکن کہلانے والے لوگ بلا ضرورت شرعی وہابیوں، دیوبندیوں اور رافضیوں کے جلسے میں علانیہ شرکت کر رہے ہیں۔ اشرفیہ کے قابل قدر خطبا شیعوں کی مجلس پڑھ رہے ہیں۔۔۔"

صفحہ ۵۳ر پر علماے ہند و پاک کی ایک لمبی جماعت کے اسماے گرامی شمار کرتے ہوئے فرزندان اشرفیہ کی خدمات کا یوں مذاق اڑاتا ہے کہ:

"فرمایئے! ان میں تو کوئی مصباحی نہیں ہے، اگر حق اور انصاف کا کوئی گوشہ موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ وہ نام ہیں جن میں نہ معلوم کتنے مصباحی، کتنے سراج الفقہا، کتنے خیر الاذکیا اور کتنے رئیس القلم طواف کر رہے ہوں گے۔"

صفحہ ۶۳ر پر ذمہ داران اشرفیہ کو متعصب اور ملت فروش قرار دیتے ہوئے اپنی تہذیب و ثقافت کا یوں مظاہرہ کرتا ہے کہ:

"جام نور جو اول روز سے فتنہ و فساد، علماے ذوی الاحترام کی تنقیص، علما و مدارس کی تحقیر، آزاد خیالی، مسلک بیزاری، بد مذہبوں سے اختلاط، جماعت کے اندر انتشار کے فرائض انجام دے رہا ہے، اس خار دار پودے کی کاشت کاری و آب یاری اشرفیہ کے بعض متعصب اور ملت فروش ذمہ دار کر رہے ہیں۔۔۔"

صفحہ ۶۶ر پر لکھتا ہے کہ:

"دیکھنا یہ ہے کہ احناف پر اتنے شدید حملے کے بعد بھی جامعہ اشرفیہ کے علما اور مفتی صاحبان کی آنکھ کھلتی ہے، یا ابو میاں کے عقیدت میں اپنے امام کے مذہب کو قربان کر دیتے ہیں۔۔۔ مصباحی صاحب۔۔۔ آپ لوگوں کی تحقیق کی قتل گاہ میں اگر اماموں کے امام کے مذہب کی بھی خیریت نہیں ہے، تو سنیوں کو غور کرنا پڑے گا۔۔۔"

اب کہاں تک عبارت نقل کی جائیں۔ لکھنوی تہذیب کی یہ ادنی جھلک تھی۔ یقینا قارئین کی طبیعت مکدر ہوگئی ہوگی۔ وہ سوچ رہے ہوں گے مولوی سیوانی نے تو ٹائٹل پیج پر سرِ فہرست یہ دل کش عبارت تحریر کی تھی:

''مولانا لیس اختر مصباحی کی کتاب ''عرفان مذہب و مسلک'' کا نہایت سنجیدہ جواب''۔

اگر سنجیدگی اسی کا نام ہے تو پھوہڑپن کیا ہے؟ اگر تہذیب یہی ہے تو بد تہذیبی اور بد تمیزی کسے کہتے ہیں؟

اس کے بر خلاف ذرا ''عرفان مذہب و مسلک'' کے مولف مصباحی صاحب کا انداز بیان اور مخلصانہ مشورہ ملاحظہ ہو تاکہ تکدر طبع دور ہو جائے۔

''مذہب اہل سنت و ''مسلک اعلیٰ حضرت'' یہ ہے کہ جو صحیح العقیدہ سنی ہیں، خواہ وہ کسی خانقاہ و دار العلوم و تنظیم وغیرہ سے وابستہ ہوں، بہر حال وہ اپنے ہیں، اور انھیں اپنا ہی سمجھا جانا چاہیے۔ اور کسی مسئلے میں کسی سنی سے کوئی اختلاف ہو جب بھی اس کے ساتھ گفتگو، بحث و مباحثہ کی صورت میں شرعی تقاضوں اور جماعتی مفادات و مصالح کا التزام ضروری ہے۔ اور اپنوں کے ساتھ ہر حال میں اپنائیت ہی کا مظاہرہ ہونا چاہیے''۔

اپنے کسی بھی فرد سے کوئی فرعی اختلاف ہو تو علمی و فکری انداز سے فقہی دلائل کی روشنی میں ہی اس کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا جانا چاہیے۔ اسی کسی بھی حال میں ''رد وہابیہ'' جیسے انداز کا ''تختۂ مشق'' نہیں بنانا چاہیے۔ مصالح شرعیہ اور اخوت دینی کا لحاظ و التزام ہر حال میں ضروری ہے''۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''بعض کرم فرما حضرات سالہا سال سے مسلسل اور متعیّن و نامزد طور پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور اس کے دو چار قدیم فارغین کے خلاف لکھتے چلے آرہے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ اس طرح کی تحریروں میں کتنی حقیقت اور کتنا فسانہ، بلکہ کتنی الزام تراشی اور کتنا کتمان حق ہے؟ انھیں اس کا ذرا بھر احساس نہیں کہ ان کی کس تحریر کا اغیار کیا فائدہ اٹھائیں گے''۔

ضد، حسد، عناد، نفسانیت کا بخار ان کے اوپر اتنا سوار ہے کہ وہ اپنوں ہی کے خلاف خامہ فرسائی کو گویا سب سے بڑا کار ثواب سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور اپنے خیال کے مطابق ایسے ہی کاموں میں مصروف رہنا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی عظیم خدمت تصور کرتے ہیں۔

ایسے کرم فرماؤں کی اس طرح کی مسلسل آنے والی تحریریں پڑھ کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مثبت اور تعمیری انداز کی سوچ اور صلاحیت ہی سے یکسر محروم ہیں۔ ان کی تقریباً ہر تحریر اس حقیقت کا اظہار و اعلان کر رہی ہے''۔ (عرفان مذہب و مسلک، طبع جدید، ص:۵۵،۵۶)

قارئین! ذرا تصویر کے دونوں رخ دیکھیں اور بہ نظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ "آئینۂ صلح کلیت"، "عرفان مذہب و مسلک" کا جواب ہے، یا گالی گلاج کا مخزن، کیا یہی سنجیدگی ہے، جس کا دعویٰ ٹائٹل پیج پر کیا گیا تھا؟ (یہی حال ابراق بریلی اور مقالۃ النظام اور امتیاز اہل سنت نامی کتابوں کا بھی ہے۔ آنے والے صفحات میں ان کی تہذیب و شرافت کے بھی کچھ نادر و نایاب نمونے پیش کیے جائیں گے۔ اور ان کی خبر لی جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔)

اب اگر کوئی شخص، حسد و بغض، ضد و نفسانیت اور تعصب و جہالت میں ڈوب کر لکھی جانے والی ان تحریروں کو "عرفان مذہب و مسلک" کا جواب قرار دیتا ہے تو اس کے بارے میں عقل مندوں کا یہ کہنا کیا غلط ہے؟ کہ:

"اکیسویں صدی کا سب سے بڑا عجوبہ یہی ہوگا کہ ان نام نہاد کتابوں کو "عرفان مذہب و مسلک" کا جواب قرار دیا جائے؟"

تجزیہ و فیصلہ کا عمل معزز قارئین کے فہم و فکر کے حوالے کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں کہ:

تاریخ کے صفحوں میں دیکھا، نہ سنا ہے
وہ باب جو میرے عہد کے انساں نے لکھا ہے

بات ہو رہی تھی صلح کلیت کے مفہوم اور آئینہ شکستہ کے مولف کے فہم پر۔ یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ جناب نے یہ عذر لنگ پیش کر کے اپنا عیب چھپانا چاہا ہے کہ "اس (صلح کلی ہونے) سے مراد اعتقادی صلح کلی نہیں بلکہ عملاً یہ صلح کلی ہیں"۔

میں کہتا ہوں کہ جب آپ کے بہ قول اشرفیہ کی چہار دیواری کے اندر مسلک کا خون ہو رہا ہے۔ تو مسلک سے آپ کی مراد کیا ہے؟ آپ حضرات کا خود ساختہ مزعومہ فکر و خیال، یا "مسلک اعلیٰ حضرت" یعنی "مسلک اہل سنت و جماعت"؟ اگر آپ والا مسلک مراد ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر "مسلک اعلیٰ حضرت" یعنی مسلک حق و صداقت مراد ہے تو

''مسلک کا خون کرنے والا'' صرف عملاً صلح کیوں ہے؟ اعتقاداً کیوں نہیں؟ اور بتائیے! جو شخص ایمان و عقیدہ سے بے نیاز ہو وہ اعتقاداً صلح کلی ہوگا یا عملاً؟ اور یہ بھی فرمائیے کہ جو شخص گناہ کرنے کے باوجود حیا کا احساس نہ کرے (بہ قول آپ کے) یعنی گناہ پر جری ہو، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور ذرا یہ بھی افادہ فرمائیں کہ قاتل شریعت کا کیا حکم ہے؟

قارئین کی توجہ مطلوب ہے۔ حضرت مصباحی صاحب نے جانشین مفتی اعظم ہند علامہ ازہری میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے حوالے سے صلح کلیت کی تعریف یوں کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جو یہ عقیدہ رکھے کہ دیوبندیت، بریلویت، وہابیت اور شیعیت میں کوئی اختلاف نہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے۔ یعنی وہابی بھی صحیح ہے، دیوبندی بھی صحیح ہے۔ رافضی بھی صحیح ہے، اور سنی بھی صحیح ہے۔ تو وہ سنی نہیں ہے۔ باقی وہ سب کچھ ہے''۔

لیکن آئینہ کے مولف کو حضور ازہری میاں قبلہ کی یہ تعریف پسند نہ آئی۔ اگرچہ ۸/ صفحات قبل ''صلح کلیت کا مفہوم'' کی سرخی لگا چکا تھا۔ مگر اس پر صبر نہ رہا۔ پھر دوسری سرخی ''لغت میں صلح کلی کا معنیٰ'' قائم کرتا ہے۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ جناب عالی کوئی نادر و نایاب تحقیق پیش کرنے والے ہیں۔ اور پھر صرف ایک سطر بلکہ اس سے بھی کم میں فیروز اللغات کے حوالے سے صلح کلی کا معنی بیان کرتا ہے۔ اہل خرد ذرا غور فرمائیں کہ یہ شخص علم سے کتنا تہی دامن ہے کہ صرف ایک سطر کے لیے سرخی قائم کرتا ہے۔ یا اسے زعم علم ہے کہ حضور ازہری میاں قبلہ کی تعریف کو بھی درخور اعتنا اور لائق اعتبار نہیں سمجھتا۔ یا سمجھنے ہی سے قاصر ہے۔ اور پھر لغت و اصطلاح کے علاوہ ایک تیسری اصطلاح اپنی بنائی ہوئی ''عام بول چال والی'' پیش کرتا ہے تاکہ لوگ بڑا علامہ سمجھیں۔ یا مقصد یہ ہے کہ خادمان ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو صلح کلی کہنے والوں کی تسلی کے لیے ایک نیا مفہوم اور نئی اصطلاح پیش کرکے سرخ روئی حاصل کرے۔ خدا کی پناہ! کیا اس طرح کی توجیہات بے جا سے لغت و شرع سے امان اٹھ نہیں جائے گا؟

گویا مولف کہنا یہ چاہتا ہے کہ اب لوگ ایک دوسرے کو دھڑلے سے کافر کہا کریں، اور جب ان سے مواخذہ کیا جائے تو وہ جھٹ بول پڑیں کہ ہم نے کسی کو اعتقاداً کافر نہیں کہا ہے۔ ہماری مراد کفر لغوی ہے۔ یا ہم نے اسے عملاً کافر کہا ہے نہ کہ اعتقاداً۔ کوئی شخص کسی مسلمان کو فاسق کہے اور اس میں بیجا تاویل کرے کہ ہماری مراد فسق لغوی یا عام بول چال والا فسق ہے، فسق اعتقادی نہیں۔ لوگ کھلے عام ایک دوسرے کو گالی گلوج دیں اور پھر مولف صاحب کی اصطلاح جدید اور ایجاد بندہ کے مطابق تاویل کر لیا کریں کہ ہمارے لغت میں یہ گالی نہیں بلکہ تشکر و امتنان کے اظہار کا ایک بہترین تمغہ ہے۔ أستغفر الله.

واضح ہو کہ یہی تاویل بے جا ایک محقق عصر جناب عبدالرحمن صاحب نے بھی فرمائی ہے اور تلبیس و تغلیط کی انتہا کر دی ہے، (ملاحظہ ہو ابراق بریلی)

مولف آئینہ نے اپنی دلیل میں ایک حدیث شریف بھی پیش کی ہے، حدیث کی صحت میں تو کوئی کلام نہیں، مگر جناب کا یہ مرتبہ کہاں کہ حدیث سے مسائل استنباط کرتے چلیں، میں کہتا ہوں کہ آپ کی اس تاویل بے جا کے مطابق اگر آپ کو کوئی منافق یا جھوٹا یا وعدہ خلاف یا جھگڑا کرنے والا کہے اور پھر آپ والی تاویل کرے تو کیسا لگے گا؟ ذرا سوچ کر جواب دیجیے۔

اگر ایسے ہی بد زبان، بد خیال لوگ اہل سنت کے ترجمان بن جائیں، علامہ ہو جائیں، مفتی کہلائیں، پیر مغاں ہو جائیں، تو اہل سنت کا خدا ہی حافظ۔ جناب نے تاویلات بے جا کے معاملے میں اکابر دیابنہ کو پچھاڑ دیا ہے، شاباش! استغفر الله.

کہاں ہیں محقق عصر حضرت ناگپوری صاحب! ذرا سمجھائیں اس سر پھرے کو! بتائیں اسے کہ اس طرح کی بے جا تاویل نہ کیا کرے۔ مگر محقق صاحب کیوں سمجھائیں گے؟ انھیں تو محقق مسائل جدیدہ (حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، برکاتی) مہلک مسائل شرعیہ نظر آتے ہیں۔۔۔ اور جناب انیس، بے انیس نہیں ہیں، ایک عالم ان کا انیس ہے۔ اور حضرت محقق عصر صاحب بھی ان سے انسیت رکھنے والوں میں ایک ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری کی صلح کلیت

آئینہ کا مولف حضرت مصباحی صاحب پر کس طرح سے الزام تراشی کرتا ہے، انھیں اور جامعہ اشرفیہ سے متعلق علما و اساتذہ کو کس طرح ڈاکٹر کا حامی بتا تا ہے؟ اس کی وضاحت ضروری ہے۔

اس قضیہ کے لیے اولاً ایک تمہید پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا نوشاد عالم مصباحی غازی پوری نے ساؤتھ افریقہ میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا، جس میں ایک طرف طاہر القادری اور دوسری علامہ ازہری میاں قبلہ، اور علامہ محدث کبیر قبلہ تھے، لیکن ڈاکٹر قادری نے کوئی بحث کیے بغیر راہ فرار اختیار کیا، جس کی رپورٹ ماہ نامہ اشرفیہ کے کسی شمارہ میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ تمام علماے اہل سنت طاہر القادری کے حوالے سے متفقہ راے رکھتے ہیں''

اور اس مزعومہ متفقہ راے کی تائید شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں صاحب قبلہ کے حوالے سے یوں تحریر کرتا ہے کہ:

''خود میں نے شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ کا بیان نیٹ کے ذریعہ سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک طاہر القادری صلح کلی ہے''۔

اس تمہید کے بعد اپنی اشرفیہ دشمنی اور نمک حلالی کا ثبوت یوں پیش کرتا ہے:

''مصباحی صاحب کی وہ سرخی پڑھیے'' ''صلح کلیت'' کے نشانات اور نمونے ہمارے قارئین کو مندرجہ ذیل تحریروں میں مل سکتے ہیں، جو پروفیسر طاہر القادری کی طرف منسوب ہیں''۔۔۔ مصباحی صاحب کا انداز تحریر بتا رہا ہے کہ مصباحی صاحب کو یقین نہیں ہے علما کی تحقیق اور فتووں پر، بلکہ ان کے دل میں کہیں نہ کہیں پروفیسر صاحب کے لیے ہمدردی پوشیدہ ہے۔ یہ حال صرف ان مصباحی صاحب کا نہیں، جامعہ اشرفیہ سے متعلق کئی ایسے مصباحی اور ان کے ہمنوا ہیں جو علماے ہندو پاک کے فتووں کے مقابلے میں پروفیسر صاحب کے حامی ہیں۔۔۔ اہل اشرفیہ کو محدث کبیر سے ذاتی رنجش ہے، اور محدث کبیر کا تعلق ازہری میاں صاحب سے ہے، اس لیے اہل اشرفیہ پروفیسر کے لیے دل میں ہمدردیاں رکھتے ہیں، اور موقع ملنے پر اس کا اظہار بھی کرتے ہیں''۔

دیکھا آپ نے دریدہ دہنی کا اعلی مظاہرہ؟ کس طرح سے فرزندان اشرفیہ کو بلا کسی دلیل و ثبوت کے پرفیسر قادری کا ہمدرد ثابت کیا جارہا ہے۔ اولاً تو یہی غلط ہے کہ مصباحی صاحب نے کوئی سرخی لگائی ہے۔ مضمون مسلسل ہے۔ اس سے قطع نظر کہ اہل اشرفیہ اور محدث کبیر کے معاملات کیا ہیں؟ ہم اس دیوانے سیوانی سے پوچھنا چاہیں گے کہ ”اتفاق کس چڑیے کا نام ہے؟“ اگر پندرہ بیس برس پہلے ایشیا سے دور دراز ساؤتھ افریقہ کی سرزمین پر کوئی بحث مباحثہ ہو، اور کسی ماہ نامہ کے کسی شمارہ میں (جس کا صحیح حوالہ مولف بھی نہ پیش کرسکا) اس کی رپورٹ چھپ جائے تو مسئلہ اتفاقی ہوجاتا ہے؟ اہل اتفاق سے تمھاری کیا مراد ہے؟ کیا جملہ اہل اتفاق ماہ نامہ اشرفیہ کا مطالعہ کرتے ہیں؟ اور ذرا یہ بتاؤ کہ نیٹ کے ذریعہ اگر کوئی بیان سن لیا جائے تو اس سے اتفاق کا تحقق و ثبوت ہوجاتا ہے؟ اور کیا کہو گے سیدنا و سندنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی عنہ المولیٰ کے بارے میں کہ جب علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ علمائے کرام نے شاہ اسماعیل کی تکفیر کی تھی، پھر اعلیٰ حضرت نے کف لسان کیوں فرمایا؟

اور جناب! ذرا فرمائیے کہ مصباحی صاحب کے دل کا حال کیسے معلوم ہوگیا کہ ان کے دل میں پروفیسر کے لیے ہمدردی پوشیدہ ہے۔ اور ذرا افادہ فرمایئے کہ وہ کون کون سے متعلقین اشرفیہ ہیں جو علمائے ہندو پاک کے متفقہ فتووں کو جانتے ہوئے، ان کے مقابلے میں پرفیسر صاحب کے حامی ہیں، اور دل میں ہمدردیاں رکھتے ہیں؟

توبہ کیجیے ایسی حرکتوں سے، بدگمانی سے بچیے۔ إن بعض الظن إثم.

”دہشت گردی اور آتنک وادی سنگٹھنوں سے رابطے کے جرم میں بدمذہبوں اور غیر مقلدوں کی دانش گاہوں کی بار بار تلاش و چھان بین و چھاپہ ماری نے اہل مدارس پر خوف و ہراس طاری کردیا ہے۔ ایسے پرآشوب ماحول میں بھی الجامعۃ الاشرفیہ پاک و صاف ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کو بھی گہری سازش کے تحت ''پہلے اختلاف کرو پھر حکومت کرو'' کی پالیسی کے زد میں لانے کی ناپاک کوشش ہو رہی ہے؟ اور ایسے لوگوں کا رابطہ غیر مقلدوں کی درسگاہوں سے ہو، اور ان کی شہہ پر یہ کارستانی انجام دی جارہی ہو؟''

اشتراک عمل

جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری، رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ کون سنی مسلمان ہے جسے حضرت کے فتووں پر اعتماد و اعتبار نہ ہو؟ پھر بھی آئینہ کا مولف یہ کہتا ہے کہ ''تحریرا، تقریرا اور عملا ان باتوں میں حضور ازہری میاں کی آپ مخالفت کرتے ہیں'' ساتھ ہی یہ چیلنج کر دیا کہ ''کوئی ایک فتوی ایسا دکھادیجیے کہ حضور ازہری میاں صاحب قبلہ نے بد مذہبوں کے ساتھ اشتراک کی اجازت دی ہو۔'' میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کوئی ایک فتوی یا بیان ایسا نہیں دکھا سکتے۔

اس پر کچھ تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ صورت مسئلہ کی وضاحت کر دی جائے۔ واضح ہو کہ کفار و مشرکین اور اہل بدعت و ہوی جیسے وہابیہ، دیابنہ، سے قلبی موالات (دوست بنانا، راز دار ٹھہرانا) مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے، اور ظاہری موالات ہو تو بھی ناجائز و گناہ و حرام ہے۔ ہاں معاملات کی جہاں تک بات ہے تو بعض شرطوں کے ساتھ علمائے و فقہانے اس کے جواز کا حکم دیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاوی رضویہ، جلد:۱۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مولانا یس اختر مصباحی صاحب نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے حوالے سے، رسالہ ''موالات'' کے بعض اقتباسات کو مع خلاصہ نقل فرمایا ہے، جنھیں بلفظہ تحریر کیا جاتا ہے:

''کفار کو دوست بنانا یا ان کو راز دار ٹھہرانا، ان کو مددگار سمجھنا، ان کو اپنے امور کا والی اور دخیل کار قرار دینا، انھیں قوت پہنچانا، انھیں بے ضرورت دوستانہ میل جول، اختلاط و ارتباط کی رسمیں برتنا، مسلمانوں کے مقابلے میں امداد کرنا۔ یہ سب باتیں ممنوع اور داخل موالات ہیں۔ اور قرآن پاک میں ان کی ممانعت

فرمائی گئی ہے۔ لیکن شریعت مطہرہ کے جملہ احکام سراسر حکمت و مصلحت ہیں۔ اور مسلمانوں کی صحیح حکمتیں ان میں ملحوظ۔ جہاں کفار کا غلبہ ہو۔ یا وہ حاکم و والی ہوں، اور مجانبت کلیہ و انقطاع تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو، وہاں ان کے ساتھ ایسے امور میں شرکت جو ممنوع نہیں ہیں، اور ان اسلام اور اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے، جائز ہے۔ قلب، کفر و کفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیے۔

جو تعلق، مذکورہ بالا باتوں سے خالی ہو، یعنی نہ وہ حقیقت میں محبت کی بنا پر ہو، نہ اس کی علامت و دلیل، نہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو ضرر یا نقصان متصور ہو، نہ کفار کا فائدہ و نفع مقصود۔ اور اس میں مسلمانوں کی کوئی حاجت و ضرورت یا مقصد صحیح ہو تو جائز ہے۔ اور وہ موالات محرمہ میں داخل نہیں''۔

(عرفان مذہب و مسلک، ص:۳۶۷،۳۶۶، طبع جدید)

ان اقتباسات کو ایک بار پھر پڑھیے! کیا ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ اشتراک عمل ناجائز و حرام ہے جس سے مقصود اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہو۔ جس میں کفار کا فائدہ ہو۔ جس میں کوئی حاجت و ضرورت اور صحیح مقصد نہ ہو؟ اور وہ اشتراک ممنوع و ناجائز نہیں جس میں کوئی دعوتی یا اصلاحی پہلو پیش نظر ہو۔ جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ جو مقصد صحیح کے تحت ہو۔ حاجت و ضرورت پر مبنی ہو۔

اب اگر کسی مقصد صحیح اور دعوتی اصلاحی پہلو کے پیش نظر نئی دہلی کے فقہ اکیڈمی کے فقہی سمینار منعقدہ ۱۹۸۹ء میں حضور ازہری میاں قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمان مضطر رضوی صاحب کو دعوت شرکت کی اجازت طلب کرنے پر یہ کہتے ہوئے شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی کہ:

''آپ کے لیے شرکت جائز ہے''۔ اور حضرت مفتی مطیع الرحمان صاحب قبلہ کی تحریک و گزارش پر خواجہ مظفر حسین صاحب رضوی، اور مولانا انوار احمد امجدی بھی شریک سمینار ہوئے، تو اسے کیا کہا جائے گا؟ کیا حضرت مفتی مطیع الرحمان صاحب کو اس شرکت کی بنا طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا جائز ہے؟ اور خواجہ علم و فن اور مولانا انوار صاحب کے بارے میں حکم شرعی بیان ہو؟ آئینہ کے مولف صاحب اور ان کے حواری جواب دیں۔

مولف نے بڑے طمطراق سے یہ دعوی کیا تھا کہ: ”میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کوئی ایک فتویٰ یا بیان ایسا نہیں دکھا سکتے“ اب تو اس کا یقین وہم میں بدل گیا ہوگا۔۔۔اور وہم کو دوام نہیں ہوتا، بلکہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوتی۔

نوٹ: واضح ہو کہ مولف ابراق نے مولانا قاری ارشاد احمد مغربیؔ صاحب کے حوالے سے اس بارے میں حضور تاج الشریعہ سے یہ نقل کیا کہ: ”قاری صاحب! یہ میرے اوپر بہتان ہے کہ میں نے ایسی مجلس میں شرکت کی اجازت دی ہے“۔ اور آئینہ کے مولف نے اس واقعہ کی یوں تاویل کی ہے کہ:

”یہاں بھی وہی مسئلہ ہے کہ وہ از خود نہیں بلکہ اولی الامر کی اجازت سے بقول آپ کے شریک ہوئے۔ پھر آپ حضرات میں اور مفتی مطیع الرحمان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔۔۔الخ“۔

خیر ہمیں اس سے بحث نہیں کہ حضور ازہریؔ میاں قبلہ نے انھیں بھیجا تھا یا نہیں؟ ہم یہ کہتے ہیں کہ معتمد عالم دین کسی مقصد صحیح کے تحت حاجت وضرورت واقع ہونے پر اس طرح کی مجلس میں شریک ہو سکتا ہے، جسے مصباحی صاحب نے متعدّد دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

بات ہو رہی تھی صلح کلیت اور ڈاکٹر طاہر القادری کی۔ بتاتے چلوں کہ مصباحیؔ صاحب ہی نہیں، بلکہ کسی سنی عالم دین کی یہ عادت نہیں کہ بلا تحقیق کسی کو کافر کہہ دیں۔ کسی کو فاسق گردانیں۔ جس کو چاہیں صلح کلی کہہ دیں۔ جب انھیں اس بات کی خبر پہنچی کی ڈاکٹر مذکور کو ممبئی کے ایک اجلاس میں کافر کہا گیا تو آپ نے عرفان کے طبع جدید میں اس کا اضافہ فرمایا کہ:

”خبر کے مطابق ۲۵؍ فروری ۲۰۱۲ء کو کچھی میمن، جماعت خانہ، (ممبئی) کے ایک اجلاس میں طاہر القادری کو کافر کہا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ جس کے اعتقاد میں وہابی، رافضی، دیوبندی، سب صحیح ہوں، اس کا انجام اس کے سوا کیا ہوگا“ (ص:۹۵، طبع جدید)

اب فرمائیے! جامعہ اشرفیہ سے متعلق کئی مصباحیؔ اب بھی پروفیسر کے حامی ہیں؟ جسے کافر کہا جا چکا، اور اس کی خبر معلوم ہوئی تو صاحب معاملہ نے صاف لکھ دیا کہ: ”اس کا انجام اس (کافر ہونے) کے سوا کیا ہوگا“؟ ہاں ان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انھوں نے بلا تحقیق کسی کو کافر

نہیں کہا، جب کہ آپ لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ جس سنی مسلمان کو چاہیں صلح کلی کہہ دیں! جسے چاہیں مذہب و مسلک بیزار بنادیں! جس قدآور عالم سے آپ کے دل میں بغض و حسد اور عناد و تعصب ہو اسے جاہل، مہلک مسائل شرعیہ، بنانا آپ ہی لوگوں کا حصہ ہے۔

ایک نامہ نگار کا کمال

کچھ لوگوں کا جاہلانہ مزاج کیسے کیسے گل کھلاتا ہے اس کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو ''عرفان مذہب و مسلک'' طبع جدید ص:۱۷ر کا مطالعہ فرمائیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ناچیز ابراق بریلی سے نقل کر کے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے (واضح ہو کہ اس کتاب میں مولانا مصباحی صاحب کو مولف نے ''امام صاحب'' لکھا ہے) ملاحظہ کیجیے۔

''امام صاحب ''عرفان مذہب و مسلک'' مع اضافہ کے ص:۶۷ر پر لکھتے ہیں:

دنیا دیکھتی، سنتی اور جانتی ہے کہ اجمیر شریف کے بہت سے خدام صبح و شام نہ جانے کتنی بار یا خواجہ یا خواجہ، یا غریب نواز یا غریب نواز کہتے رہتے ہیں۔ ان سبھی خدام کے بارے میں بدگمانی کرنا بالکل غلط ہوگا، لیکن بعض خدام ایسے ضرور ہیں جو بہت سے زائرین کے مشاہدات و تجربات کے مطابق اسی (فیضان ظاہری) کے لیے اس مقدس نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں جس کا ذکر اوپر گزرا۔

جب جیب میں پیسے بجتے ہیں، جب پیٹ میں روٹی ہوتی ہے ؎
اس وقت یہ ذرہ ہیرا ہے، اس وقت یہ شبنم موتی ہے۔۔۔۔

امام صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ اجمیر شریف کے خدام جن کا تعلق آباء و اجداد سے سیدنا سرکار غریب نوار رضی اللہ عنہ کے آستانہ کرم سے ہے، وہ یا خواجہ یا خواجہ، یا غریب نواز یا غریب نواز صرف اپنی شکم پروری اور دنیا طلبی کے لیے کہتے رہتے ہیں۔ اس دعوی کی دلیل تو آپ ہی کے پاس ہوگی، ہماری بحث آپ کے دعوی پر پیش کردہ شعر سے ہے، معاذ اللہ جب جیب میں پیسے بجتے ہیں، اور پیٹ میں روٹی ہوتی ہے تو ذرہ ہیرا لگتا ہے، اور شبنم موتی ہوتا ہے۔ معاذ اللہ! سلطان الہند حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذرہ و شبنم کہنا کہاں کا ادب ہے؟ سچ کڑوا ہوتا ہے، جب آپ کو مسٹر ٹنڈن کی خوشامد اور دار العلوم وارثیہ لکھنو کے بانی و مہتمم قاری ابوالحسن صاحب مرحوم کی عنایتوں کے صلے میں اجمیر شریف میں درگاہ خواجہ صاحب کمیٹی کی ممبری نصیب ہوئی تھی تو اس وقت معاذ اللہ بقول خود اس ذات والا صفات جسے آپ نے ذرہ و شبنم کہا ہے، کم و

بیش پانچ سال تک ہیرا موتی کہہ کہہ کرٹی۔اے۔ڈی۔اے۔کے نام پر موٹے موٹے لفافے وصول کرتے رہے۔آج جب موٹے لفافے ملنا بند ہوگئے تو معاذ اللہ اس آفتاب ولایت کو ''ذرہ و شبنم'' کہنے لگے۔اور اغراض فاسدہ کے حصول کے لیے بعض خدام کو مستثنیٰ کیا ہے۔کم از کم مجھ راقم الحروف کے علم میں کوئی ایسا خادم آستانۂ معلی نہیں جس کے باپ دادا کی پرورش اس آستانۂ کرم کی بدولت نہ ہوئی ہو۔وہاں کا کیا ساری دنیا کا مسلمان یہ یقین نہ رکھتا ہو۔

امام صاحب! آپ کی بے جا تنقید و تحمق کا جواب کوئی نہ کوئی صاحب قلم خادم آستانۂ عالیہ کا ضرور دے کر نسلوں کا حساب چکا دے گا۔لیکن بقول آپ کے ہم جھنڈا برداران ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو ہمارے آقائے نعمت سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ نے یہی سبق دیا اور اسی کا عامل بنایا۔اللہ تعالیٰ اس سبق اعلیٰ حضرت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر تادم مرگ ثبات نصیب فرمائے۔آپ بھی پڑھ لیجیے اور یاد کر کے عمل کیجیے۔حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

سید اجل، سلطان الہند، حبیب اللہ، وارث النبی، معین الحق والدین حسن چشتی، سجزی، اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامثالہم کثیرہ۔(فتاوی رضویہ شریف)

کاش کہ آپ بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' قدس سرہ کے سچے جھنڈا برداروں میں ہوجاتے تو سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی ذات قدسی صفات کو معاذ اللہ ''ذرہ و شبنم'' کہنے کے بجائے وہی کہتے جو اعلیٰ حضرت نے کہا اور کہلوایا۔خیر امام صاحب آپ جانے، اور آپ کا نصیب جانے'' (ص:۱۱۹،۱۲۰،۱۲۱)

دیکھا آپ نے مصنف اور مولف بننے کا شوق کہاں کا تار کہاں جوڑ دیا گیا؟ کیسی کتر بیونت کی گئی۔یہ ہیں وہ لوگ جو سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام ایک کتابچہ نہیں لکھ سکتے، اور خادمان رضویت کو جھٹ ''خواجہ غریب نواز مخالف'' اور ''مسلک مخالف'' اور ''مرکز مخالف'' لکھنے بولنے کو تیار ہوجاتے ہین، تاکہ کسی سیٹھ سے کچھ موٹی رقم اینٹھ سکیں۔یا یہ بھی ممکن ہے بلکہ یہ قرینۂ قیاس ہے کہ نام و نمود اور شہرت و مقبولیت حاصل کرنے کا یہ ذریں موقع ہے کہ کسی بڑے کی مخالفت کر دو۔اس کی پگڑی اچھال دو، شہرت مل جائے گی۔دولت حاصل ہوجائے گی۔خدا کی پناہ ایسی دولت و شہرت سے۔اور ایسے نفس اور نفسانیت سے۔أعاذنا اللہ تعالیٰ عنہ.

نامہ نگاری کرنا، سیاسی لوگوں اور تھانہ پولیس والوں کی دلالی کرنا آسان کام ہے، لیکن تصنیف و تالیف کا مرحلہ بہت دشوار گزار ہے۔

ع یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے

خدا جانے کس نے نامہ نگار کو مشورہ دے ڈالا گیا کہ علامہ مصباحی صاحب کی کتاب کا جواب دے دیجیے، مرتبہ بلند ہوجائے گا۔ جناب جھانسے میں آ گئے۔۔۔

شاید انھیں اسباب کی بنا پر مصباحی صاحب کو یہ لکھنا پڑا کہ:

''کرم فرماؤں نے ایسے ایسے مطلب، بعض عبارتوں کے نکالے کہ اگر وہ صحیح ہوتے تو یقینا میری معلومات میں اضافہ ہوتا۔ مگر یہ مطلب کچھ اس قسم کے ہیں:

مرزا غالب کا ایک شعر ہے:

ے موت کا ایک دن معین ہے نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

ادبا اور شعرائے اردو کے درمیان ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے اس شعر کا مطلب بتایا، اور اس مطلب کو وہ بہت فخر سے بیان کرنے لگے کہ:

''موت آنے کا جب ایک دن مقرر ہے، اور معلوم ہے کہ دن ہی میں موت آئے گی تو پھر رات میں نیند کیوں نہیں آتی؟ رات میں تو سکون سے سونا چاہیے۔ کیوں کہ رات میں موت آئے گی ہی نہیں۔ وہ جب بھی آئے گی، دن ہی میں آئے گی۔''

اگر حالات پر کنٹرول نہ کیا گیا، دریدہ دہنی پر قدغن نہ لگائی گئی، تو نہ اکابر کی عزت و آبرو محفوظ رہے گی، نہ کسی ادارے کا وقار بحال ہو سکے گا۔ ہاں! اگر کسی کا نقد فائدہ ہوگا تو غیروں کا۔ انھیں کافی مواد ملے گا۔

یہی کا کم نقصان تھا کہ حکومت برطانیہ کے چند ایجنٹوں نے برصغیر کے سنی مسلمانوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا؟ اسماعیل دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید گنگوہی، اشرف تھانوی، نذیر دہلوی، نواب بھوپالی، غلام قادیانی کون تھے؟ ان سے ملت کا کتنا نقصان ہوا، یہ کسی پر مخفی نہیں۔ خدارا بند کیا جائے بہتان تراشیوں کے باب کو۔ مثبت اور تعمیری کام کیے

جائیں۔ عمدہ اور بہترین قلم کاروں کو ملت و مسلک کا کام کرنے دیا جائے۔ جواہر پاروں کو اپنی چمک بکھیرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ یقیناً بہتان تراشی اور عیب جوئی اور بغض و حسد کا بازار گرم کرنا، اپنے ہی بھائیوں کو سب و شتم کا نشانہ بنانا، نہ اسلاف کا طریقہ کار رہا ہے، نہ اسلام سے اس کا کوئی علاقہ۔ قرآن تو" رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ " کا درس دیتا ہے۔

یہ کب تک لکھا جاتا رہے گا کہ "مصباحی صاحب نے اپنی صلح کلیت اور دماغی دیوالیہ پن کا جو ثبوت پیش کیا ہے، وہ اظہر من الشمس ہے"

یہ کون سی تہذیب ہے کہ "بڑے بڑے پڑھے لکھے واصل جہنم ہو چکے، کتابچیوں کے مصنف (مصباحی صاحب وغیرہ) کی کیا گنتی؟"

حافظ ملت اور شارح بخاری کے نام سے فریب دینے کی ناپاک سازش

آئینہ وابراق کے مولفین نے حافظ ملت اور شارح بخاری رحمہا اللہ کا نام لے لے کر جو مغالطہ دینے کی خطرناک سازش رچی ہے، اس کا حال اہل علم پر خوب روشن ہے۔ اور سچ پوچھیے تو حق بات سے، غلط مطلب بر آری کی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ملت کو ہزاروں علما، فقہا اور مشایخ کا مخالف قرار دے کر ان کی بے داغ شخصیت پر بدنما داغ لگانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ آئینہ کا مولف لکھتا ہے:

"وہ کتاب (الارشاد) آپ پڑھیے جسے انھوں نے مسلم لیگ کی حمایت کرنے والے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علما، فقہا، مشایخ اور عوام کے خلاف لکھا تھا۔۔۔" (ص:۳۸)

یہ بات بالکل درست ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے الارشاد نامی اپنی تصنیف لطیف میں عامۂ علما کے موقف سے الگ اپنا ایک عظیم نظریہ پیش کیا تھا۔ جنھیں اس پر آشوب دور کی کیفیت کا حال معلوم ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ الارشاد کس پس منظر میں لکھی گئی تھی؟ ان تمام حالات کو پس پشت ڈال کر عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے حضور حافظ ملت کو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علما، فقہا اور مشایخ کا مخالف قرار دینا کس بات

کی طرف غماز ہے؟ حافظ ملت کا بار بار نام لے کر ان کے چمن ''اشرفیہ'' کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی یہ ناپاک کوشش کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتی۔

اور اشرفیہ کے سابق صدر شعبۂ افتا (شارح بخاری) تو آپ حضرات کو شریعت کے قاتل اور مسلک کا خون کرنے والے نظر آرہے تھے۔ اگر ان کی تحریروں کا آپ کے نزدیک اتنا ہی اعتبار ہے، تو یہ لکھ کر اپنی اشرفیہ دشمنی اور اکابر مخالف سرگرمیوں کے اظہار کی کیا ضرورت تھی کہ:

''شارح بخاری نے مولانا مبارک حسین کی غیر موجودگی کا ذکر کر کے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کی ہے''۔ (ابراق، ص:۴۷)

کیا مولانا مبارک حسین صاحب کی عدم موجودگی کا ذکر کر کے شارح بخاری نے جھوٹ بولا، جو آپ کو یہ لکھنے کی ضرورت آن پڑی؟ کچھ تو سوچیے! کتنی گندی فکر ہے یہ! علمائے کرام تو آپ حضرات کو گمراہ اور گمراہ گر نظر آتے ہیں۔ کم فہم ہیں۔ آنکھ بند کر کے مصباحی صاحب کے سُر میں سُر ملانے والے ہیں۔ نعوذ باللہ من هذه الخرافات.

شارح بخاری پر حملہ

واضح ہو کہ آئینہ کے مولف نے شارح بخاری اور مولانا محمد احمد مصباحی اور مولانا مفتی عبدالحلیم ناگ پوری کو شریعت کا ناحق قتل عام کرنے والا لکھا گیا تھا، جب ابنائے حضور شارح بخاری نے اس پر احتجاج کیا تو بعد کے ایڈیشن سے ان کا اور مصباحی صاحب کا نام نکال کر دوسرے دو لوگوں کا نام لکھ دیا گیا۔ (اس سلسلے میں جلد ہی گفتگو آرہی ہے) آخر اس تحریف کی کیا ضرورت تھی، یہ تو سیوانی جی بتائیں گے۔ مگر میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ یہ تلبیس ابلیس کا کھیل زیادہ دنوں تک چلنے والا نہیں، سوچے سمجھے بغیر قرآن مجید کی مقدس آیتوں اور احادیث مبارکہ کو، وہابیوں کی روش پر چلتے ہوئے، بے موقع محل ذکر کر کے بھولی بھالی قوم کو دھوکا نہ دیا جائے؟

آخر وہ بھی آپ ہی جیسا کوئی رہا ہوگا جس نے قرآن کی ایک آیت کا جزء ''لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ'' سے یہ عجیب و غریب مسئلہ اخذ کیا تھا، نماز پڑھنا حرام ہے، کیوں کہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز سے قریب ہونے کو منع فرمایا دیا ہے۔ اور اس اندھے کو یہ نظر نہیں آیا کہ اس کے بعد فوراً اسی قرآن میں ''وَاَنْتُمْ سُکَارٰی'' بھی ہے۔ جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ حالت نشہ میں نماز کے قریب نہ جایا جائے۔ آپ کو ''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ'' تو یاد رہا، اور ''رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ'' کو بھول بیٹھے؟ کیا قرآن نے اپنے ہی ہم مسلک و ہم مذہب بھائیوں پر شدت کا حکم دیا ہے؟ غور کیجیے!

اولوا الامر اور امیر المومنین کی بحث

سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کے گروہ علما کے سردار ہونے، حاکم اور امیر المومنین ہونے اور اولوا الامر ہونے سے کون سنی مسلمان انکار کر سکتا ہے؟ کوئی سنی مسلمان اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔

لیکن پہلے ذرا یہ بتایئے کہ شرکت عمل کے لیے امیر المومنین اور اولوا الامر کی اجازت کی قید کہاں سے آپ کی سمجھ میں آئی؟ کیا ایسی کوئی دلیل و سند فقہ کی کسی کتاب میں مذکور ہے کہ امیر المومنین جب اجازت دیں گے تو شرکت درست ہوگی؟ شرکت کے لیے اجازت کی قید کی شرط، یہ بات آپ ہی کو سوجھی؟ اگر کوئی دلیل ہو تو فقہ کی کسی معتبر و مستند کتاب کا کوئی حوالہ و جزئیہ پیش کیجیے۔ ویسے آپ کی ہوا ہوائی باتیں کب اعتبار کے لائق ہیں؟

دوسری بات یہ کہ ہم نے مان لیا کہ امیر المومنین کی اجازت ضروری ہے، لیکن یہ فرمائیے کہ امیر المومنین و اولوا الامر کی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ امیر المومنین کی اجازت واجب نہیں۔ ورنہ یہ قول خود نص قرآن کے خلاف ہوگا۔ اور کوئی صحیح العقیدہ مسلمان قرآن کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ امیر

المومنین کی اطاعت واجب ہے، بنص قرآن۔ اب بتایئے جب امیر المومنین نے حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا، حضرت مولانا ظہور حسین رام پوری، منظر اسلام بریلی شریف، حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری، اور حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہم الرحمۃ والرضوان کو حضرت مولانا عبد الباری صاحب کی دعوت پر اس میٹنگ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، جس میں علمائے فرنگی محل کے ساتھ مجتہدین روافض کے نام بھی شامل تھے۔ تو انھیں گمراہی اور فسق کا طعنہ کیوں دیا گیا؟ اور حضور حجۃ الاسلام پر سخت حملے کیوں کیے گئے؟ انھیں یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کہ:

''تو کیا تحفظ حقوق کے لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمیں اجازت شرکت دینا عیاذا بالمولیٰ تعالیٰ گمراہی و فسق کہا جا سکتا ہے؟ اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمراہی و فسق کے مرتکب ہوئے تھے''؟ (مظاہر الحق الاجلیٰ)

اور کیا امیر المومنین کے حکم کے خلاف، روش اختیار کرنا اور امیر المومنین کے حکم کی نافرمانی کرنا، درست ہے۔ اور کیا فتاویٰ حامدیہ میں اس فتوے کی اشاعت سے مسلک کا خون ہو رہا ہے؟ کیا واقعی اس فتوے کو فتاویٰ حامدیہ سے نکال دینا چاہیے؟ أعوذ بالله من هذه الخرافات.

اس پس منظر میں اگر مصباحی صاحب یہ تبصرہ فرماتے ہیں تو کیا یہ غلط ہے؟ کہ:

''اتنی واضح و صریح عبارت بھی بعض یاران طریقت کو سمجھ میں نہیں آ رہی ہے تو ان سے عرض ہے کہ جو فکر اور عمل، اعلیٰ حضرت و حجۃ الاسلام و صدر الشریعہ جیسے اکابر اہل سنت کے موقف کے خلاف ہو، وہ کبھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا کوئی جز اور حصہ ہو سکتا ہے؟ اور جب ایسا نہیں ہو سکتا ہے تو اسے فرضی و مزعوم فکر و خیال و مسلک و موقف نہیں تو اور کیا کہا جائے؟

یہ فکر و عمل نہ تصلب مطلوب ہے نہ تعصب محمود بلکہ واضح و صریح الفاظ میں تحمق محض اور جہالت فاحشہ ہے جو نہایت معیوب اور شدید مذموم ہے۔ کیا ایسے ہی جاہلوں، بے عقلوں اور بد نصیبوں کی انتہا پسندی و کج روی کی خبر، رسول اکرم، نبی معظم، مخبر صادق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس ارشاد گرامی میں اہل ایمان کو نہیں دی ہے''؟

هلك المتنطعون (صحیح مسلم) ہلاک ہوئے غلو وتشدد والے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے غلو وتشدد اور اس کی ہلاکت سے اہل سنت کی حفاظت فرمائے۔

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ" (حج:۷۸) اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: یسروا و لا تعسروا و بشروا و لا تنفروا. (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سہولت و آسانی پیدا کرو، اور دقت و مشقت میں نہ ڈالو۔ اور بشارت و خوش خبری دو، اور وحشت و نفرت نہ پیدا کرو۔

اور ارشاد فرماتے ہیں: إنما بعثتم مبشرين و لم تبعثوا معسرين . (صحیح بخاری و مسند امام احمد) تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو۔ نہ کہ دشواری میں ڈالنے والے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں: ان الدين يسر .ولن يشاد الدين احد الا غلبه. فسددوا وقاربوا و بشروا. (صحیح بخاری و سنن نسائی) بے شک دین آسان ہے۔ اور جو دین میں تشدد و تعمق کرے گا، اس پر یہ دین غالب اور سخت ہوجائے گا۔ تو درستی و نرمی و بشارت کی راہ اختیار کرو

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلک حق، مذہب اہلسنت ہی ہے، جسے آج کل ہند وپاک میں "مسلک اعلیٰ حضرت" بھی کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص، مذہب اہلسنت و "مسلک اعلیٰ حضرت" کے بالمقابل اور اسکے برعکس کوئی فکر وخیال ظاہر کرتا ہے تو یہ فکر و خیال نہ مذہب اہلسنت ہے اور نہ ہی "مسلک اعلیٰ حضرت" ہے۔ بلکہ صاف وصریح الفاظ میں یہ کوئی فرضی و مزعوم مسلک ہے، جس کا مذہب اہلسنت و "مسلک اعلیٰ حضرت" سے کوئی تعلق نہیں۔ (عرفان مسلک و مذہب ص:۱۰اوااا، ملخصا)

حامیان مسلک رضویہ کو بد مذہبوں کا غلام باوفا ثابت کرتے ہوئے ذرا شرم نہ آئی؟ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے کس وہابی، دیوبندی سے غلام باوفا بن کر ملاقات کی ہے؟ جناب! تہمتیں لگانا ہی گویا آپ کے نزدیک مسلک کی سب سے بڑی خدمت تصور کی جاتی ہو، اے کاش! آج اسلامی حکومت ہوتی تو شایان شان درّوں اور کوڑوں سے آپ کی خدمت کی جاتی۔

ایک عظیم مغالطہ

مولانا لیس مصباحی صاحب نے جو کچھ لکھا مستند حوالوں سے اسے مزین کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ثم علی گڑھی رحمہ اللہ (صدر شعبۂ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے بارے میں خانوادہ رضویہ بریلی شریف کے ایک بزرگ عالم دین حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خان رضوی بریلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے، مقالات یوم رضا، جلد ۳، ص ۱۳۱، مطبوعہ لاہور، پاکستان سے، یہ نقل کیا کہ:

''آپ (حضرت سید سلیمان) اعلیٰ حضرت کے حسب ارشاد، مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے''۔

مگر برا ہو تعصب و ہٹ دھرمی کا، ایک نامہ نگار حضرت مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی کا یہ قول رد کرتے ہوئے ۴، ۳ صفحات میں سمجھے بغیر فرمان اعلیٰ حضرت اور سرکار اعلیٰ کا سہارا لے کر حضرت مفتی صاحب پر یوں الزام تراشی کرتا ہے کہ:

''جس علی گڑھ کالج میں چندہ دینا حکم شریعت سے اعلیٰ حضرت حرام فرمائیں اس علی گڑھ کالج کی معاونت اور مدرسی کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی کو کیونکر اجازت دے سکتے ہیں؟'' (ابراق ص ۱۰۷)

انصاف پسند حضرات اس کج فہم اور دریدہ دہن کی کج فہمی و دریدہ دہنی ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ اس کے نزدیک خانوادہ رضویہ کے بزرگوں کا ادب واحترام بھی ملحوظ نہیں رہا۔ کیا نعوذ باللہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جھوٹ بول رہے ہیں؟ اور یہ نامہ نگار ان کے جھوٹ پر مطلع ہو جا رہا ہے کہ اس طرح کی بکواس کر رہا ہے؟ فتاویٰ رضویہ شریف کوئی بازیچہ اطفال نہیں کہ معمولی خود ساختہ نامہ نگار اور صحافی اسے سمجھ جایا کریں۔ بلکہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس میں غواصی کا ہنر چاہیے۔ جناب! نامہ نگاری چھوڑیے، آئیے منظر اسلام بریلی شریف یا جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ وہاں کے معزز علما اور ارباب افتا سے کچھ رسم افتا سیکھیے، پھر فتاوی رضویہ سے نقل کرنے کی جسارت کیجیے۔

سیدھی سی بات تھی کہ اگر مصباحی صاحب کی یہ نقل سمجھ میں نہ آرہی تھی توتصحیح نقل طلب کرتے، اور اگر وہ پیش نہ کرسکتے توالزام دیتے۔ یہ کون سی مرادنگی ہے کہ اپنے ہی بزرگوں کو غیر معتبر ٹھہراؤ؟ غیروں کو ہنسنے کا موقع دو؟ اور خانوادے کے ذمہ دار افراد کو جھوٹا ثابت کرکے بڑے مصنف صاحب کہلاؤ۔ استغفر اللّٰہ تعالیٰ.

اور ذرا اس پر بھی غور فرمایا جائے کہ آج علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں امین ملت حضور امین میاں قبلہ قادری، برکاتی، زیب سجادہ مارہرہ مطہرہ، و شہزادۂ احسن العلما کے علاوہ سنی صحیح العقیدہ اساتذہ وطلبا کی ایک لمبی فہرست تعلیم و تعلم کے شعبے سے منسلک ہے۔ کیا ان سب کے بارے میں یہ فتویٰ درست ہے؟ کہ:

"جس علی گڈھ کالج میں چندہ دینا حکم شریعت سے اعلیٰ حضرت حرام فرمائیں، اس علی گڈھ کالج کی معاونت اور مدرسی کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی کو کیوں کر اجازت دے سکتے ہیں؟"

مقام غور ہے یاران نکتہ داں کے لیے! کتنی خطرناک ہے یہ سازش، جہاں احسن العلما و امین ملت و شرف ملت کا ادب و احترام بھی ملحوظ نہ ہو۔ سرکاران مارہرہ مطہرہ پر انگشت نمائی کی جارہی ہو۔ وہاں اگر فرزندان اشرفیہ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جائے تو تعجب کیا ہے؟ إن اللّٰہ مع الصابرین.

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم گشت از فضل رب

مسلک اہل سنت کی تحقیر

پہلے صفحات میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ "مسلک اہل سنت" و "مسلک اعلیٰ حضرت" ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، یعنی جو "مسلک اہل سنت" ہے، وہی "مسلک اعلیٰ حضرت" ہے، اور جو "مسلک اعلیٰ حضرت" ہے اسی کا دوسرا نام "مسلک اہل سنت" ہے۔ اور "مسلک اہل سنت" کا یہ نام خود حدیث نبوی سے ماخوذ ہے، یعنی "ما

أنا علیه و أصحابي" اور "هي الجماعة" سے۔اور "مسلک اہل سنت" بولنا ، لکھنا درو قدیم سے رائج ہے۔بلکہ اس پر اجماع ہے۔لیکن اس کے باوجود کچھ لوگوں کی ذہنیت کتنی گندی ہوتی ہے، اور اس میں جہالت و حماقت کے جراثیم کس وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں،اگراس کا مظاہرہ کرنا ہوتوابراق بریلی کا ایک پیراگراف کلیجے پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں، پھر فیصلہ کریں کہ ایسے بیمار ذہنوں کا علاج کیا ہے؟

صفحہ ۱۰۸ر پر لکھتے ہیں کہ:

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحریروں کی بنیاد پر آپ (مصباحی صاحب) جیسے لوگ چاہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بند ہوجائے اور گورنمنٹی دستور کے مطابق "مسلک اعلیٰ حضرت" کا نعرہ لگنے لگے۔

پھر کیا ہے! شربت و شراب، دودھ، مُوت، لید و گوبر ایک ہوجائے، اور طبیعت کے مطابق شریعت ہوجائے، نہ کہ شریعت کے مطابق طبیعت رہے، نعوذ باللہ من ذلک۔"

لا حول و لا قوة الا بالله بخمسة أوجه! دیکھا آپ نے نامہ نگاری کا کمال! مذکورہ عبارت ایک بار پھر پڑھیں اور غور فرمائیں کہ جس "مسلک اہل سنت" کا بولنا، لکھنا بتواتر ثابت ہے، اس کے ساتھ کیسا بھونڈا مذاق کیا جارہا ہے، حدیث سے مستنبط پیارا نام "مسلک اہل سنت"، کیا گورنمنٹی دستور کے مطابق ہے؟ کیا مذہب اہل سنت "مسلک اعلیٰ حضرت" کے مخالف کسی دوسری چیز کا نام ہے؟

اور ذرا اس مہمل عبارت کو بھی دیکھیں کہ:

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحریروں کی بنیاد پر آپ جیسے لوگ چاہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ بند ہوجائے۔"

واہ واہ، سبحان اللہ! کیا جملہ ہے! پتانہیں مولف جاہل مطلق نے اس سے کیا مراد لیا ہے؟ اور اگر بالفرض "مسلک اعلیٰ حضرت" کے بجائے "مسلک اہل سنت" کا نعرہ لگنے لگے تو کیا شربت و شراب یکساں ہوجائیں گے؟ دودھ، مُوت اور لید، گوبر کا حکم ایک

ہوجائے گا؟ کیا نعوذ باللہ ''مسلک اہل سنت'' کی شرعی حیثیت شراب، مُوت اور لید، گوبر جیسی ہے؟ اس میں شریعت وطبیعت کی مطابقت کے کیا معنی؟

سچ فرمایا مصباحی صاحب نے، اس طرح کی ذہنیت رکھنے والوں کے بارے میں:

''اس مسترد فکر وخیال کو فرضی و مزعوم مسلک کہیں۔ یا مسلک جہالت کہیں۔ یا مسلک نفسانیت کہیں۔ یہ قارئین کی صواب دید پر منحصر ہے۔ یہ ان کی اپنی پسند اور ان کا انتخاب ہوگا۔

بحمدہ تعالیٰ بے شمار کتب و رسائل اکابر و اسلاف اہل سنت میں اہل سنت کا مذہب و مسلک بالتفصیل مسطور و مذکور ہے۔ ''مسلک اہل سنت'' و ''مسلک اعلیٰ حضرت'' وہی معتبر ہے جس کی سند کتب اسلاف و اکابر اہل سنت سے ملے۔ اور اس سے مزاحم و متصادم کوئی فکر و خیال ہے تو وہ نہ مذہب اہل سنت ہے، نہ ''مسلک اعلیٰ حضرت''۔ بلکہ وہ مسترد فکر و خیال اور کوئی فرضی و مزعوم مسلک ہے۔''

اور حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، برکاتی، تکملہ بحرالرائق کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ **نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو سنت وجماعت پر قائم ہو** تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے، اس کے ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے، اور دس درجے بلند فرماتا ہے، تو عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! کسی آدمی کے تعلق سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ اہل سنت وجماعت سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنے اندر دس اوصاف پائے، الخ۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارا نام اہل سنت وجماعت خود حدیث نبوی سے ثابت ہے۔'' (مسلک اعلیٰ حضرت، ص: ۳۳، ۳۴، مکتبہ برہان ملت، مبارک پور)

جامعہ اشرفیہ مبارک پور

''عرفان مذہب و مسلک'' کے جواب میں لکھے گئے جو بھی کتابچے نظروں سے گزرے، ان سب میں جامعہ اشرفیہ کو شدید نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا وقار مجروح کرنے کی ہر ناپاک سعی لاحاصل کی گئی ہے۔ کوئی اسے جاہلوں کا مرکز قرار دے رہا ہے۔ کسی نے مسلک مخالف اڑا لکھا۔ کوئی اپنی اشرفیہ دشمنی کا ثبوت اساتذۂ اشرفیہ پر کیچڑ

اچھال کر دے رہا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ کی کارستانیوں کا ذکر ہو چکا۔ بقیہ بھی گاہے بہ گاہے آتی رہیں گی۔ لیکن آئینہ کے مولف نے جامعہ اشرفیہ کے تعلق سے کچھ اس قسم کے غلط پروپگنڈے، بے جا الزامات واتہامات کے ذریعہ حق کو چھپانے اور غلط فہمیاں پھیلانے کی ناپاک جرأت وجسارت کی ہے، اور نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔ جن کا ازالہ ضروری ہے۔ اہل علم تو خوب جانتے ہیں ہے کہ:

جامعہ اشرفیہ کا عظیم مقصد، ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ترویج و اشاعت ہے۔ ۱۹۷۲ء میں تاجدار اہل سنت شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت، حضرت مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ نے جامعہ کا سنگ بنیاد رکھا، جس میں حضور سید العلما مارہرہ شریف کے علاوہ دیگر اکابر اہل سنت بھی شریک تھے۔ اور اس سے پہلے ۱۹۳۴ء میں صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ شاہ امجد علی اعظمی، مصنف بہار شریعت اور دیگر مشائخ اہل سنت نے دار العلوم اشرفیہ کے بیناد کا پتھر رکھا تھا۔

حضرت سید العلما مارہروی نے ایک موقع پر اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

''حافظ ملت صاحب! آپ اپنے اور بے گانوں کی مخالفت سے گھبرائیں نہیں، یہ سید آل مصطفی آپ کے ساتھ ہے۔ اگر ضرورت پڑے گی تو میں آپ کو سونے سے تول دوں گا۔ اور میں اپنی خانقاہ کے جملہ مریدین و متوسلین کو آپ کے قدموں میں جھکا دوں گا۔''

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ایک موقع پر یوں فرمایا تھا:

''جو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی مخالفت کرے گا، ذلیل و خوار ہوگا۔ یہ جملہ حضرت نے تین بار فرمایا۔''

مشائخ و اکابر اہل سنت اور حضور مفتی اعظم ہند کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ جامعہ نے وسیع دینی و مسلکی خدمات انجام دیں۔ اور آج بھی دین و سنیت کی عظیم دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

پچھلے صفحات میں رضویات اور دیگر خدمات کے تعلق سے جامعہ اشرفیہ کی کچھ خدمات کا اجمالاً ذکر ہوا۔ تمام خدمات کا احاطہ تو ایک تفصیل طلب عنوان ہے۔ اور وہ ہمارا موضوع بھی نہیں۔ لیکن یہاں جامعہ کے اشاعتی ادارے مجلس برکات کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی۔

واضح ہو کہ حضور امین ملت پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری، برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ ماہرہ مطہرہ، کی سرپرستی میں ایک دہائی قبل مجلس برکات کا قیام میں عمل میں آیا۔ اہل سنت کے دینی مدارس میں عموماً جو درسی کتابیں داخل نصاب تھیں، ان میں اکثر پر سنی علما و محققین کے حواشی اور تعلیقات تھے، لیکن دیوبندی اشاعتی اداروں نے ایک سازش کے تحت سنی مصنفین، مولفین اور حاشیہ نگاروں کے اسماے گرامی کو ہٹا کر عام تاثر یہ دینا شروع کر دیا کہ ان درسی کتابوں پر جو کچھ کیا دھرا ہے، وہ ہمارا ہی ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ مذکورہ مصنفین و محشیین بھی دیوبندی فکر و خیال کے حامل تھے۔ اور حد تو اس وقت ہوگئی جب کہ بعض کتابوں میں سنی حاشیہ نگاروں کی عبارتیں کہیں بعینہ اور کہیں معمولی حذف و اضافہ کے ساتھ نقل کر کے دوسرے دیوبندی مولویوں کے نام شائع کی جانے لگیں، اور علمی خیانت اور نفع و ناموری کی ایسی مثال پیش کی گئی جس کا کوئی جواب نہیں۔

سب سے پہلے اس کا احساس جامعہ کے ذمہ داروں نے کیا، اور ایک قلیل عرصہ میں تقریباً درس نظامی کی زیادہ تر کتابیں مجلس برکات اشرفیہ نے شائع کر دیں۔ جن کتابوں پر غیروں کے حواشی تھے، فرزندان اشرفیہ اور دیگر علما نے ان کے حاشیے لکھے۔ اس کے علاوہ دیگر مفید غیر درسی کتابیں بھی شائع کی گئیں۔ اور احقاق حق اور ابطال باطل کا عظیم فریضہ انجام پایا۔

اسی طرح درس کے ابتدائی قواعد کی کتابیں جن کی زبان عام طور عربی یا فارسی تھی، اور طلبا کو قواعد اور دوسری اجنبی زبان کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا تھا، انھیں مادری اردو زبان میں بدلا گیا۔ اس طرح سے جماعت اہل سنت کی طرف سے ایک عظیم فرض اور قرض کی

ادائے گی ہوئی، اور ایک عام غلط فہمی کا ازالہ ہوا۔ اہل سنت کے انصاف پسند حلقہ نے اس کا خیر مقدم کیا اور سراہا۔

ع آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشا دیکھیں

لیکن ان سب کے باوجود عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ شوشہ بازی کی جانے لگی کہ اشرفیہ، مذہب مخالف ہے، مسلک سے منحرف ہے۔ نئے نئے انداز سے پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں۔ کوئی اشرفیہ کا حق نمک یوں ادا کر رہا ہے کہ "اشرفیہ والے عالی شان بلڈنگوں اور ظاہری چمک دمک میں، کامیابی تلاش کر رہے ہیں۔" کوئی اس کا ذمہ دار مولانا یس اختر صاحب کو مان رہا ہے۔ ایک طبقہ مفتیِ اشرفیہ کو اسلاف مخالف قرار دے رہا ہے۔ کوئی، مولانا محمد احمد مصباحیؔ صاحب کو اپنے پیر و مرشد کی توہین کرنے کا مرتکب قرار دے رہا ہے۔ کسی نااہل کی نظر میں سربراہ اعلیٰ اشرفیہ، کمزور قائد نظر آرہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اشرفیہ کی شہرت پہلے تھی، آج نہیں ہے۔ کوئی ماہ نامہ اشرفیہ کو صلح کلیت کا ترجمان قرار دے رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ان الزامات میں کس قدر صداقت ہے۔ یہ امر اہل علم پر مخفی نہیں۔ ہاں جنھیں حقیقت حال کا علم نہیں، یا انھوں نے اشرفیہ اور اس کی خدمات کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہ دیکھا، ان کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔

آئینہ کے مولف نے اشرفیہ کی خدمات پر پردہ ڈالنے کی کچھ زیادہ ہی جسارت کی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جناب کی حقیقت حال واضح کر دی جائے۔ جناب انیس عالم صاحب، سیوان (بہار) کے رہنے والے ہیں، اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے گھر والوں نے جامعہ اشرفیہ میں ان کا ایڈمیشن کرایا۔ کچھ ہی دنوں میں اپنی فطری عادت سے مجبور ہو کر جناب نے ایسا گھناونا کارنامہ انجام دے ڈالا کہ قانون اشرفیہ کے مطابق جناب کا خارجہ کر دیا گیا۔ (ایک ثقہ راوی کے بیان کے مطابق جو ان کے ہم سبق بھی ہیں، وقت ضرورت نام

کا اظہار کیا جا سکتا ہے) خیر یہ بچپن کی غلطی تھی۔ اہل مدارس خوب واقف ہوں گے کہ مدارس میں اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر جناب اس واقعہ کو بھول نہ سکے، اشرفیہ کی عداوت، دل میں چھپائے رکھا، اور مناسب وقت کا انتظار تھا۔ طویل وقفہ گزر گیا۔ پھر اس شخص نے ندوہ میں داخلہ لے کر ،اہل ندوہ سے خفیہ سمجھوتہ کیا کہ سنیوں میں انتشار پھیلانا میرے دائیں بائیں کا کھیل ہے۔ میں سنی اداروں بالخصوص جامعہ اشرفیہ کی عظمت و آبرو کو خاک میں ملانے کا ہنر جانتا ہوں۔

آپ غور کریں کہ اشرفیہ سے خارج کیے جانے کے بعد اس شخص نے لکھنؤ شہر کے ہرن پاک کو اپنا مسکن بنایا، ندوہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے، اور ایک مسجد کے موذن بھی ہو گئے، پھر کچھ دنوں بغداد شریف کی سیر کرنے کے بعد واپس وہیں لکھنؤ آکر میر جعفر اور میر صادق کا رول ادا کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مراسلے پڑھیے، ندوہ سے قریب رہ کر ندوہ ہی خلاف مراسلے لکھے جا رہیں، یہ سمجھوتہ نہیں تو اور کیا ہے؟

ادھر انھیں جب پتا چلا کہ بعض وجوہات کی بنا پر حضور محدث کبیر صاحب قبلہ، اشرفیہ سے الگ ہو گئے ہیں تو اسے اپنی اشرفیہ سے پرانی دشمنی اور دل کا بھڑاس نکالنے کا زریں موقع ہاتھ آیا۔ چناں چہ جوں ہی معلوم ہوا کہ مولانا لیس اختر مصباحی صاحب نے ''عرفان مذہب و مسلک'' نامی ایک کتاب لکھی ہے، فوراً ہی بعض عالم نما مقررین، اور بہار کے حجام، میمنوں کے سید اور موسیٰ گجراتی کے رفیق اور بعض دیگر فتنہ پرور لوگوں سے مل کر مسلک کی آڑ میں ایسا عظیم فتنہ برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔

ے
نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آپ غور فرمائیں! جو شخص اپنے اساتذہ کے بارے میں یوں لکھے کہ:

”اللہ نے عزت کے بجائے ذلت کا طوق (اساتذۂ اشرفیہ) گلے میں ڈال دیا۔ اور یہ ذلت پرچہ، پمفلٹ اور کتابچہ تقسیم کرنے سے ختم نہیں ہونے والی جب تک اپنے علانیہ گناہوں اور مسلک مخالف حرکتوں سے توبہ ورجوع نہیں کر لیتے۔“

کیا اس سے یہ پتا نہیں چلتا کہ مولف، اشرفیہ سے اپنی پرانی دشمنی کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔

اور یہ بھی دیکھیں! لکھتے ہیں کہ:

”اشرفیہ کی چہار دیواری کے اندر مسلک کا خون ہو رہا ہے“۔

کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مولف، اشرفیہ سے اپنے حسد و بغض اور کینہ سے بھڑکتی ہوئی بھٹی کو سیراب کرنا چاہتا ہے۔

ابھی حالیہ دنوں کی بات ہے کہ جناب کے Facebook کی I. D. چیک گئی تو عجیب و غریب معاملے کا انکشاف ہوا۔ جناب نے عریاں و نیم عریاں تصاویر پر مشتمل Pages، کو Like کر رکھی تھیں۔ جب ہمارے بعض کرم فرما احباب نے جنھیں Facebook سے شغف ہے، اس بات کی اطلاع کئی لوگوں کو دی اور سب نے مل کر اس پر آڑے ہاتھوں لیا تو کچھ دیر بعد جناب نے انھیں Unlike کر دیا۔ خدا کی پناہ!

یہ ہیں وہ لوگ جو دن رات مسلک کی دہائی دے کر قوم کو بے وقوف بنا رہے ہیں، اور خود ساختہ مجاہد سنیت بنے ہوئے ہیں۔

مولف نے جامعہ اشرفیہ کو نیچا دکھانے کے لیے الثقافۃ السنیہ اور جامعہ سعدیہ کے نام تو گنا دیے لیکن یہ نہیں بتایا کہ رضویات کے سلسلے میں ان موقر جامعات کی خدمات کیا ہیں؟ یقیناً یہ دونوں ادارے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی دیگر عظیم ترین درسگاہوں کی عظمتوں اور رفعتوں کو ہم سلام کرتے ہیں۔ اور ہمیں ان کی گراں قدر خدمات سے انکار نہیں، مگر ساتھ ہی یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ان دونوں اداروں (الثقافۃ السنیہ اور جامعہ سعدیہ) کا تعلق شافعی مسلک سے ہے۔ اور ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ حنفیت کی خدمت کریں گے، خیال خام

ہے۔ اور پھر یہ ادارے جس صوبے (کیرلا) میں واقع ہیں ان کی زبان بھی اردو نہیں۔ جیسا کہ اہل علم خوب جانتے ہیں۔

اور صفحہ ۵۳ر پر ہندو پاک کے جلیل القدر علما کے اسمائے گرامی شمار کراتے ہوئے مولف نے یہ طنز کیا کہ:

"یہ وہ نام ہیں جن میں نہ معلوم، کتنے مصباحیؔ، کتنے سراج الفقہا، کتنے خیر الازکیا اور کتنے رئیس القلم طواف کر رہے ہوں گے"

دیکھا آپ نے جناب کا انداز بیان! ارے اِن علما کی خدمات کا انکار کس نے کیا کہ آپ نے صفحے کے صفحے اس طرح کی لایعنی باتوں سے سیاہ کیے؟ اتنی جلدی مفہوم مخالف کی طرف کیوں دوڑ پڑے؟ مصباحیؔ صاحب نے تو ان لوگوں سے شکوہ کیا ہے جنھیں علمی و فکری میدان میں جس عزم و حوصلہ اور مجاہدہ و جہاد کی ضرورت ہے، اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ انھیں للکارا ہے جو اہل سنت کو متحد و منظم کرنے بجائے، منتشر کرنے پر آمادہ ہیں۔ انھیں آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے، جن کی بزدلی کی بنا پر امت مسلمہ، لشکر جرار کے بجائے بھیڑوں کا گلہ بن گئی ہے۔

یہاں میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اہل سنت کے تمام ادارے جو اپنی وسعت و بساط کے مطابق دین و مسلک کی خدمات انجام دے رہے ہیں، اگر آج ہم نے ان اداروں پر توجہ نہ دی اور کچھ لوگوں کے بہکاوے میں آکر خود کو مدارس سے الگ کر لیا تو دین و مذہب کا جو نقصان ہوگا، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسی باتوں پر توجہ نہ دی جائے کہ فلاں مدرسہ بڑا مالدار ہے۔ فلاں مدرسے کے اساتذہ گورنمنٹ سے تنخواہ وصول کر رہے ہیں؛ اس لیے ان کے تعاون کی ضرورت نہیں۔

جو علما و فضلا اپنی تمام تر توانائیاں مذہب و مسلک کی خدمت میں صرف کر رہے ہیں، مذہب اسلام کا دفاع کر رہے ہیں، مفید اور کار آمد کتابیں تصنیف کر رہے ہیں، کیا ان کے بارے میں یہ نظریہ درست ہے کہ:

"کسی مولوی صاحب کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ ہم نے یہ کیا ہے۔ اگر کیا ہے تو جتنا کیا ہے، اس سے زیادہ جماعت نے آپ کو دیا ہے۔"

ہر گز نہیں۔ اور جو کچھ نہیں کر سکتے، اور اگر کر سکتے ہیں تو مسلک کا نام لے کر قوم کو بانٹنے کا کام۔ کیا وہی سب سے بڑے چمپین ہیں؟ وہی مذہب و مسلک کے ہیرو ہیں؟ دین و مذہب کا سارا ٹھیکہ انھیں کے سر ہے۔ اگر کسی کی سمجھ یہی ہے، تو یہی کہا جائے گا کہ:

ع بریں عقل و دانش بہ باید گریست

افواہوں اور پروپیگنڈوں کا حال

اخباری بیانات میں کتنی سچائی ہوتی ہے، اسے ہر شخص بہ خوبی جانتا ہے۔ آئے دن عجیب خبریں، اخبارات کی زینت بنا کرتی ہیں۔ مگر حقیقت واقعہ سے ان کا کتنا تعلق ہوتا ہے، اسے ہر شخص خوب جانتا ہے۔ اگر "دہشت گردی مخالف مہم" میں اشرفیہ کا نام کسی اخبار میں چھپ گیا تو کچھ لوگوں کو اشرفیہ کو بدنام کرنے کی ایک سند ہاتھ آجاتی ہے۔ لیکن ہزاروں کے مجمع میں حکومت یوپی کے ایک اسپیکر (ماتا پرساد پانڈے) کو سند دستار سے نوازا جائے وہ نظر نہیں آتا۔ جب کہ گھوسی کے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ اس کے گواہ ہیں۔ اسی طرح اتر پردیش کے سابق سی۔ ایم۔ (راج ناتھ سنگھ) کے ہاتھوں رومال اور چادریں وصول کی جائیں، پھر بھی یہ درست ہو؟ ایسے مقامات پر تو یہ تاویل کی جاتی ہے کہ امیر المومنین اور اولوا الامر کی اجازت سے یہ سب کچھ انجام پایا۔ جب کہ اس سے پہلے ہم ثابت کر آئے کہ اولوا الامر کی اجازت کی قید اور اس کا شرط ہونا کسی معتبر و مستند فقہی کتاب میں مذکور نہیں۔ اور دہشت گردی وغیرہ کے واقعات پر اس کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق یا ایجاد بندہ کے قبیل سے ہے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی پر لکھنؤ وغیرہ میں جو سمینار ہوئے، اس میں توسیوانی صاحب نے حق پوشی کی انتہا کر دی ہے۔ پہلی بات یہ کہ اگر اس طرح کے پروگرام سے

اعتراض ہے، توسب کو کھلی اجازت ہے کہ اپنے اپنے طور پر پروگرام کریں، کون روکتا ہے؟ دوسروں کی ٹانگ کھینچنا ہی کیا ضروری ہے؟ دوسری بات یہ کہ اخبار کے حوالے سے بہت سے نام آپ نے گنا کر قوم کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ اس سمینار میں صرف یہی لوگ تھے۔ مگر اشرفیہ اور اس سے متعلق درجنوں علما و فضلا جنھوں نے مقالات لکھے، ان کا ذکر تک نہ کیا تاکہ کہیں چوری نہ پکڑی جائے۔ اگر کوئی کلمۂ خیر نہ کہہ سکتے تھے تو جلسے ہوتے رہتے ہیں، علامہ خیر آبادی کی حیات اور مجاہدانہ خدمات پر آپ بھی کچھ بول سکتے تھے۔ صرف کسی کو نامزد طور پر نشانہ بنانا ہی گویا سب سے بڑی خدمت ہے، آپ کے نزدیک!

بعض لوگوں کی طرف سے ابنائے اشرفیہ کے خلاف مسلسل پروپگنڈے تحریر و تقریر کی شکل میں کیے جا رہے ہیں۔ ابھی حال ہی کی بات ہے کہ ۲۰۱۲ء میں، عرس رضوی کے حسین موقع پر ایک گمنام انجمن نے کچھ لوگوں کے درمیان بذریعہ موبائل یہ افواہ پھیلا دی کہ:

”مولانا محمد احمد اعظمی، مصباحی صاحب (صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور) نے مولانا محمد الیاس قادری، امیر دعوت اسلامی کی مجددیت کی تائید کی ہے“ کسی صاحب نے حضرت مصباحی صاحب کو اطلاع دی کہ: ”حضرت! آپ کے نام سے اس طرح کی افواہ پھیلائی جا رہی ہے۔“ حضرت مصباحی صاحب نے جواب دیا کہ: ”نہ مجھے کوئی اس طرح کی اطلاع ہے، اور نہ میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے۔“

پھر اشرفیہ کی ویب سائٹ پر اپنا بیان جاری کر کے حضرت مصباحی صاحب نے اس ناپاک سازش کا پردہ فاش کر دیا۔

اس طرح کی حرکتوں سے کیا یہ اندازہ کرنا آسان نہیں ہے کہ کچھ لوگوں کو اشرفیہ اور مصباحیوں کو بدنام کرنے میں کتنا مزا آ رہا ہے؟

مولانا ادریس بستوی صاحب کا واقعہ جسے توڑ مروڑ کر پیش کیا، اور قارئین کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ آخر ان کا وضاحتی بیان تحریر کرنے سے شرما کیوں گئے؟ کیا ''راشٹریہ سہارا'' کسی نص قطعی کا درجہ رکھتا ہے، جسے پڑھ کر اہل ایمان آمنا وصدقنا کہیں گے؟ پہلے ان کا وضاحتی بیان پڑھیے۔

''آج سے چند سال قبل جامعہ عربیہ سلطان پور کے جلسۂ دستار بندی میں میری شرکت ہوئی تھی۔۔۔ اس اجلاس کی رپورٹنگ کرتے ہوئے ہفت روزہ '' مرکز''لکھنو کے نامہ نگار نے یہ لکھ دیا کہ ''مولانا محمد ادریس بستوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ: مسلمان کسی بھی امام کے پیچھے نماز پڑھیں''۔ مذکورہ رپورٹ بالکل جھوٹ اور قطعا غلط ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں یہ بات ہرگز نہیں کہی ہے۔ بطور گواہ جامعہ عربیہ سلطان پور کے تمام علما اور دیگر موجود علمائے کرام ہیں۔ مذکور اخبار کے اس حصے کی فوٹو کاپی کرا کے کچھ لوگ تقسیم کر رہے ہیں۔ مگر مجھ سے براہ راست کوئی دریافت نہیں کرتا۔ میں پوری وضاحت سے پھر کہتا ہوں کہ میں نے ایسی کوئی تقریر نہیں کی ہے''۔
(ماہ نامہ اشرفیہ، شمارہ، اگست، ستمبر، ۲۰۰۸، وماہ نامہ کنزالایمان دہلی، ستمبر ۲۰۰۸)

اب میں پوچھتا ہوں کہ مولانا بستوی کے خلاف محض اخباری بیان کو بنیاد بنا کر تحقیق کیے بغیر بار بار اسے موضوع بحث بنانا، اشرفیہ کو بدنام کرنے کی مذموم سازش نہیں ہے؟ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کہتا پھرے۔''

اور رہی بات پیغام رضا کی، تو ہر سلیم الطبع شخص مولانا صدیقی کے روشن کے کارناموں سے خوب واقف ہے، ان کے پاس تو بس یہی رہ گیا ہے کہ ہم کیسے اشرفیہ کو مسلک مخالف قرار دے کر اپنے مخصوص حلقے سے داد وتحسین وصول فرمائیں، جیسا کہ اہل علم اس سے خوف واقف ہیں۔

اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا نام استعمال کر کے آپ نے جو مطلب برآری کی کوشش کی ہے، اس کی مثال یوں ہے کہ:

؎ مگس کو باغ میں جانے نہ دینا کہ ناحق خون پروانوں کا ہوگا

جب آپ کو معلوم ہے کہ ''حضور ازہری میاں فرماتے ہیں کہ بلا عذر شرعی تصویر کشی حرام و گناہ ہے۔'' (آئینہ ص:۲۹) پھر بھی آپ نے ''المشکاۃ'' نامی مجلہ میں جو مصور تھا، حضور ازہری میاں کا نام ''هيئة الادارية'' اور ''مجلس الاستشاری'' میں استعمال کر کے قوم کو کیا ذہن دینے کی کوشش کی تھی؟ اسے تو آپ ہی بتا سکتے ہیں۔

اور حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب کی علمی حیثیت کیا ہے؟ شرارتوں سے فرصت ملے تو ان کی تصانیف پڑھیے۔ ان کے ہزاروں قابل قدر تلامذہ کو دیکھیے۔ خود ہی پتا چل جائے گا۔ ورنہ ایسی بے تکی باتوں سے کیا فائدہ؟

اور ڈاکٹر شرر مصباحی صاحب کا جو انٹرویو ماہ نامہ جام نور کے حوالے سے ذکر کر کے آپ نے اپنی قابلیت بگھاری ہے، اس پر مجھے سخت حیرت ہے۔ ارے نادان! یہ مولانا محمد احمد مصباحی پر حملہ نہیں، بلکہ استاذ الاساتذہ حضور حافظ ملت کی ذات پر حملہ ہے۔ اسماعیل دہلوی کے بارے میں امام اہل سنت کے وجہ سکوت کے سلسلے میں، حضور جلالۃ العلم علیہ الرحمہ کا بھی یہی جواب ہے۔ بار بار لوگوں کو ''الارشاد'' کی دہائی دینے والو! ذرا ''العذاب الشدید'' اٹھا کر دیکھو۔ مسئلہ خود بہ خود سمجھ میں آجائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

اور کیا شرر مصباحی صاحب ''شہرت کا ذبہ'' والی بات سے مطمئن ہو جاتے؟ اگر کسی کی نظر سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے وجہ سکوت کے بارے میں کوئی تحریر نظر سے نہ گزری۔ اور اس نے لاعلمی کا اظہار کیا، تو اس میں واویلا مچانے کی حاجت کیوں پیش آئی؟

اگر کوئی سنی مسلمان یہ نہ جانے کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر امام اہل سنت نے کیوں نہ فرمائی، تو اس کا عقیدہ متزلزل ہو جائے گا؟ شرعی ثبوت کے ساتھ پیش کیجیے کہ مصباحی صاحب کے اس جواب سے کتنے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے؟

سنیے ! یہ ''معمولی سی بات'' نہیں، بلکہ تکفیر کا مسئلہ ہے۔ اسے معمولی بتانا بہت بڑی جسارت ہے۔ اور بے علموں کو توقطعی حق نہیں کہ اس طرح کے مسائل میں خامہ فرسائی کریں۔ ہاں! مراسلہ نگار ہی کرسکتے ہیں۔ ان کے لیے یہی کافی ہے۔ اور بس۔

جامعہ اشرفیہ اور سراج الفقہا

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی، برکاتی، صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، جن کے علم وفضل اور تحقیق و تدقیق کا ایک زمانہ قائل ہے۔ لیکن سالہا سال سے کچھ لوگ انھیں نیچا دکھانے اور جامعہ اشرفیہ کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں۔ آئینہ کا مولف لکھتا ہے کہ:

''مفتیِ اشرفیہ کی تحقیقات سے ملت میں اختلاف ہی اختلاف ہوا۔''

مگر اسی پر صبر نہ آیا۔ ایک صفحہ بعد لکھتا ہے کہ:

''دعوت اسلامی کے خیر خواہوں نے جتنے خواب دیکھے وہ سب امیر کے حق میں۔ یا کبھی اجتماع پاک میں شرکت کرنے والوں کے حق میں۔ یا کبھی ٹی۔ وی۔ کی مذمت میں۔ یا پھر کبھی اس کے رحمت ہونے کے بارے میں۔ لیکن اب تک انھوں نے ایک بھی خواب ان مفتیوں کے بارے میں نہیں دیکھا، یا دیکھا تو کسی مصلحت کے تحت بیان نہیں کیا، جنھوں نے حرام وحلال کی پروا کیے بغیر ان کی محبت میں شریعت کا قتل عام کیا۔ کم از کم مفتی عبدالحلیم صاحب ناگ پوری، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، مولانا محمد احمد مصباحی کے حق میں تو ایک ایک خواب دیکھنا ہی چاہیے تھا۔ ماضی میں نہ سہی، اب دیکھ لیں۔'' (ص:۶۹،۷۰)

(نوٹ: بعد کے ایڈیشنوں میں شارح بخاری کے بجاے مفتی محمد نظام الدین صاحب اور نعمانی صاحب کا نام درج کیا گیا۔)

قارئین آپ نے اشرفیہ دشمنی کا مظاہرہ خوب دیکھ لیا۔ پھر بھی ''نہایت سنجیدہ جواب'' کا ٹائٹل لگاکر قوم کو کس طرح بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ کتاب دھڑا دھڑ چھپوائی جارہی ہے۔ حیرت ہے!

پہلے تو یہ سمجھیے کہ کہ اجتہادی مسائل میں کسی پر لعن طعن جائز نہیں۔ نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال کہ کفر سمجھا جائے۔ حلال کو حرام، یا حرام کو حلال، جو کفر کہا گیا ہے، وہ ان چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریات دین سے ہے۔ یا کم از کم نصوص قطعیہ سے ثابت ہوں۔ (دیکھیے فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۴۴، رضا اکیڈمی)

مسئلہ خواہ مائک پر نماز کا ہو، یا چلتی ٹرین پر نماز کے جواز و عدم جواز کا، یا ٹی۔ وی۔ وغیرہ کا۔ ان سب کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہے، جن کے بارے میں یہ کہنا اور لکھنا بہت بڑی جسارت ہے کہ ''ان علما نے شریعت کا قتل عام کیا''۔ اور نعوذ باللہ یہ کہ ''وہ دن دور نہیں کہ جب کہ کوئی حرام و ناجائز نہیں بچے گا۔ سب حلال اور جائز اور ثواب ہی ثواب ہوں گے''۔ بہت بڑی جسارت ہے یہ۔

قارئین! حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، برکاتی، ایک نامور عالم دین ہیں۔ جسے بڑے بڑے علما نے تسلیم کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کی وہ تصدیق پیش کر دی جائے جسے انھوں نے ''شیر بازار کے مسائل'' نامی گراں قدر کتاب پر، فرمائی تھی۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے اکابر، مفتی اشرفیہ کے بارے میں کیا تصور رکھتے تھے۔ اور آج کے کچھ کم علم، نام نہاد مولوی ان پر جو کیچڑ اچھالتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے۔ فقیہ ملت لکھتے ہیں:

''عالم نبیل، فقیہ جلیل، حضرت علامہ الحاج مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی زید مجدہم نے اپنی اس گراں مایہ تصنیف میں ازالۂ شبہات کے ساتھ واضح دلائل پر اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھتی ہے۔ دنیائے اسلام کی عبقری شخصیت فقیہ بے بدل، مجدد اعظم، سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے (فتاویٰ رضویہ، ص:۱۱۱، ج:۷، مشمولہ کتاب، ص:۲۵۷) فتوی پر سیر حاصل بحث کرنے، اور اس کی مضمرات کی بھرپور وضاحت پر میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یقیناً عزیز موصوف، اہل سنت و جماعت کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ ان کی دقیق نظر اور باریک بینی دوسروں کے لیے فکر ساز اور رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں ان کی اس تحقیق پر پورے طور پر متفق ہوں۔اور دعا کرتا ہوں کہ خداے عزوجل، ان کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ ہمیشہ انھیں صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے۔اس طرح کے مشکل مسائل حل کرنے کی انھیں مزید توفیق رفیق بخشے۔اور ان کی ساری دینی خدمات کو قبول فرما کر اجر جزیل و جزاے جلیل سے سرفراز فرمائے۔آمین بحرمة سید المرسلین صلوات الله تعالی و سلامه علیه و علیهم أجمعین."

جلال الدین احمد امجدی، (۲۴؍ شعبان المعظم، ۱۴۱۷ھ)

(شیر بازار کے مسائل، مولفہ، مفتی محمد نظام الدین رضوی، ص:۲۲، مکتبہ، برہان ملت، مبارک پور)

اور پاکستان کے ایک فاضل محقق اور عالم دین حضرت علامہ الحاج عبد الحکیم شرف قادری، جامعہ نظامیہ لاہور، مفتی اشرفیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پاک و ہند کے مدارس اہل سنت میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی کئی امتیازی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اس جامعہ میں " مجلس شرعی" کا قیام ہے۔جس میں آپ ایسے دقیق نظر، وسیع مطالعہ، اور ملت اسلامیہ کا صحیح درد رکھنے علما شامل ہیں۔مجھے اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے دلی مسرت ہو رہی ہے کہ آپ نے ان مسائل کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے جو دور حاضر کی پیداوار ہیں۔اور علماے اسلام کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذکورہ مقالہ آپ کے وسیع مطالعہ اور گہری فقیہانہ نظر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔آپ نے جدید معاشیات کے لٹریچر کا چشم بینا سے مطالعہ کیا، اور فقیہانہ بصیرت کے ساتھ اس کا تجزیہ کیا، اس کا شرعی حکم بیان کیا۔اور اس سلسلے میں پیش آنے والے اشکالات کا اسلامی نقطہ نظر کے تحت حل پیش کیا۔

ع   آفریں بر ہمت بازوے تو

(شیر بازار کے مسائل، مولفہ، مفتی محمد نظام الدین رضوی، ص:۲۳، مکتبہ، برہان ملت، مبارک پور)

ہمارے اکابر کے، مفتی صاحب قبلہ کے بارے میں تو یہ تاثرات تھے۔اور آج کل کے کچھ مولوی کیسی کرمافرمائیاں کرتے ہیں، ان کا نظارہ کرنا ہو تو "آئینہ" و "ابراق"، "مقالہ" و "امتیاز" کے صفحات ملاحظہ کیجیے۔اللہ کی پناہ!

اور فقہی، جزئی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں۔یہ تو ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ خود ہمارے علماے احناف کے ایک جزئی مسئلہ میں متعدّد اقوال ہیں۔فقہ کی

کوئی کتاب ہمارے اس نظریہ کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔اور خود فتاویٰ رضویہ شریف اس پر شاہد ہے۔ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کی کچھ تازہ ترین تصنیفات مثل ''فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت، فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے'' اور ''چلتی ٹرین میں نماز کا حکم'' وغیرہ کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلے کے بارے میں مفتی صاحب کی کتاب نظر سے گزری۔ پھر حضور تاج الشریعہ کی کتاب ''چلتی ٹرین پر نماز'' کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ واقعتاً اگر اس طرح کی تحقیقی کتابیں منظر عام پر آئیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، لیکن ہر عامی کو اس کا حق نہیں۔ مفتی شمشاد احمد مصباحی صاحب نے مسئلہ کو سمجھانے کی اچھی کوشش کی ہے۔ساتھ ہی انھوں نے مفتی ناظر اشرف صاحب ناگ پوری کے مقالے کے مطالعے کا بھی مشورہ دیا ہے۔ مگر جب اس مقالے کو دیکھا گیا تو پھر وہی نفس و نفسانیت کی بات سامنے آئی۔ تحقیق کے نام پر تحمیق اور تجہیل کا اعلیٰ مظاہرہ، ایک مفتی کے شایان شان نہیں۔ یہ روش ہمارے اکابر اسلاف کے بھی خلاف ہے۔

جناب ناظر صاحب نے مجلس شرعی اور مفتیان اشرفیہ پر یوں طنز کیا کہ:

''دیوبندی روش کو اپنانے میں کیا خاص مصلحت تھی، یہ تو وہی حضرات جان سکتے ہیں۔''

چند سطور کے بعد حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب اور جامعہ اشرفیہ اور صدر العلما مولانا محمد احمد مصباحی صاحب پر یوں فقرے کستے ہیں کہ:

''میں باقیوں سے یہی کہوں گا اگر ایسی ہی صریح جہالت کی گئی، جیسا کہ مفتی نظام میں اپنے مقالے میں کیا تو جامعہ اشرفیہ، جہلا کا ہی مرکز قرار دیا جا سکتا ہے۔اور محقق مسائل جدیدہ و قدیمہ کو ''مہلک مسائل شرعیہ'' کا خطاب نایاب زیادہ موزوں و مناسب ہو سکتا ہے۔اور مولانا محمد احمد صاحب کو اس کی صدارت عظمیٰ'' (سیف الاسلام علی مقالۃ النظام)

یہ ہیں محقق عصر، اور یہ ہے ان کی تحقیق انیق! اللہ کی پناہ! مفتی کو مفتی بن کر رہنا چاہیے، مفتری نہیں بننا چاہیے۔ اس طرح کے مفتی آخر کیا چاہتے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ اور اس کے دار الافتا سے انھیں اتنی چڑھ کیوں ہے؟ یہ تو وہی بتا سکیں گے۔

ے گر ہمیں مکتب و ایں ملا — کار طفلاں خراب خواہد شد

حضرت عالی وقار کا ایک اور پیراگراف دیکھیں:

"بلا وجہ قابلیت بگھارنے کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کیے گئے۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ اپنے مقالے کے پورے ۹ر صفحہ پر (مفتی نظام الدین صاحب) کالک پوت دیتے۔ تو مرکز کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا"

اللہ کی پناہ! ایک طرف مفتی، فقیہ ملت اور حضرت شرف قادری رحمہا اللہ کے گراں قدر تاثرات و تصدیقات دیکھیے، دوسری جانب حال کے ایک مفتی صاحب کا متعصبانہ نظریہ ملاحظہ کیجیے! کس قدر تضاد ہے! دونوں نظریات میں۔ اسے قارئین بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں۔

رہا ٹرین کا مسئلہ تو اس سلسلے میں خامہ فرسائی کرنا معتمد و مستند علماے کرام کے حوالے کرتے ہوئے ایک دوسرے مسئلہ کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زمانہ میں مسجدوں اور گھروں میں برقی لائٹ اور پنکھے وغیرہ کا استعمال شرعاً درست نہ تھا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"طبعاً اس پنکھے کی ہوا مضر صحت ہو تو اس کا کسی مسلمان کے گھر میں بھی اپنے یا اس کے مال خاص سے بھی لگانا جائز نہ ہوگا۔ نہ کہ مسجد میں۔ نہ کہ مال وقف سے۔ کما یاتی۔ بے شک مسجد میں ایسی چیز کا احداث ممنوع، بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔۔۔ اس صورت میں وہ پنکھا مطلقاً خود ہی ناجائز ہے۔ اگر چہ وجہ نہ بھی ہو۔۔۔ الخ۔"

یہ مسئلہ، فتاویٰ رضویہ، جلد: ٦، ص: ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، سنی دار الاشاعت مبارک پور مع سوال و جواب بہ شرح و بسط موجود ہے۔ اور آج کیا حال ہے، یہ سب پر عیاں ہے۔

اب میں کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ جانا چاہتا ہوں کہ جن حضرات نے ٹرین میں نماز کے سلسلے میں فتاویٰ رضویہ کی مخالفت کا الزام دیا، اور

اپنی تحریروں اور تقریروں میں علمائے اشرفیہ کو مسلک مخالف اور دیوبندی روش پر چلنے والا بتایا، وہ لوگ پہلے اپنے گھروں، آفسوں، آرام گاہوں، مسجدوں اور مدرسوں سے بلا تاخیر فتاویٰ رضویہ پر عمل کرتے ہوئے بجلی کے کنکشن کٹوادیں۔ پھر ٹرین کا مسئلہ خود بہ خود حل ہوجائے گا۔ کیوں کہ آج اکثر ٹرینیں بجلی سے چلاکرتی ہیں۔ اور فتاویٰ رضویہ کے مطابق بجلی کا استعمال درست نہیں۔ تو پھر ٹرین پر سوار ہونا بھی درست نہ ہوگا۔ اور جب سوار ہونے کی نوبت ہی نہ آئے گی تو اس پر نماز کے جواز وعدم وجواز کی بات بھی نہ آئے گی۔ اختلاف خود بہ خود ختم ہوجائے گا۔ کیا لوگ ایسا کرنے کو تیار ہیں؟ رہے علمائے اشرفیہ، تو ان کا کہنا ہے کہ حالات زمانہ کے بدلنے سے آج حالات بدل چکے ہیں، لہذا بجلی سے چلنے والے پنکھے اور لائٹوں کا استعمال ہر جگہ جائز ہے۔

اسی طرح لڑکیوں اور عورتوں کی کتابت کا مسئلہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کہ تصریحات کے مطابق ”عورتوں کو لکھنا سکھانا، شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ ہے“۔ اور متعدّد دلیلوں سے اس کی ممانعت کے بارے میں استدلال کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ:

”اب جو (کتابت کی) اجازت کی طرف جائے، یا حال زمانہ سے غافل ہے، یا امت مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل“۔ (جلد:۹،ص:۱۹۸)

لہذا اب جو دار العلوم یا جامعات البنات لکڑیوں کو لکھنا سکھا رہے ہیں، ان کے ذمہ داران کی بار گاہ میں مودبانہ گذارش ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا جب فتاویٰ رضویہ کے خلاف ہے، تو یہ کام اب بند کردیا جائے تاکہ کہیں کوئی آپ کو مسلک مخالف اور مسلک کا باغی نہ کہنے پائے۔ ویسے علمائے اشرفیہ حالات زمانہ کی رعایت اور بعض دیگر مصالح کی بنا پر اس کے قائل ہیں۔

ایسے ہیں وادی محسر وقوف کا مسئلہ ہے، جس کے بارے میں شرعی کونسل بریلی شریف کے علما و مفتیان کرام نے عذر ناگزیر کی صورت میں ٹھہرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ جب کہ فتاویٰ رضویہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ وادیِ عذاب ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عذر کی صورت میں خود شریعت مطہرہ بھی رات سے چل دینے کی اجازت فرماتی ہے۔ انھیں کوئی جرمانہ نہ دینا ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد:۴، ص:۶۶۸) اتنی آسانی کے باوجود یہی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ الگ قسم کا کوئی معذور ہو جسے اس عذاب کی وادی میں وقوف کی اجازت عطا کی گئی۔ اور یہاں خرق اجماع کیوں لازم نہ آیا، جب کہ صاحب بدائع کا اس بارے میں قول ''شاذ'' ہے، جو یقیناً مرجوح ہے، اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہل اور خرق اجماع ہے، جیسا کہ اہل علم اس سے واقف ہیں۔ ہاں اس کے بارے میں علماے اشرفیہ یہی کہیں گے کہ حالات زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے ایسا حکم دیا گیا جو معیوب نہیں۔ اور حقیقت حال خداے علیم و خبیر خوب جانتا ہے۔

اس طرح کے ایک دو نہیں سیکڑوں مسائل ہیں جن میں فتاویٰ رضویہ کی مخالفت لازم آتی ہے، پھر ہمارے بالغ نظر علما و مفتیان کرام حالات زمانہ کی رعایت میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ ان پر کوئی واویلا نہیں کیا جاتا، آخر کیا وجہ ہے کہ ٹرین اور مائک کے مسئلہ پر اس قدر ہنگامہ کھڑا کیا گیا؟ اسے عوامی مسئلہ بنا کر علما کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اب ہم سیوانی صاحب اور ناگ پوری صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ اگر واقعی انصاف اور دیانت داری ہے تو سامنے آئیے اور بتائیے کہ مذکورہ مسائل میں لوگوں کو اب کس پر عمل کرنا چاہیے؟ فتاویٰ رضویہ پر یا آج کے علما اور فقہا کے اقوال پر؟ اور اگر حالات زمانہ کی رعایت میں فتاویٰ رضویہ ہی کی تصریحات کے مطابق کوئی عالم دین اور کوئی شرعی مجلس اس کے خلاف پر فتویٰ جاری کرے تو ان سب کا کیا حکم ہے؟ بینوا ، توجروا.

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ نگاہیں کہیں اور ہیں، اور نشانہ کہیں اور۔

اور واضح ہو کہ مائک پر نماز کے بارے میں جمہور علمائے اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ اس کی اقتدا ناجائز ہے۔ حضور مفتیِ اعظم ہند کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ اس کے برخلاف جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے سابق صدر المدرسین حضرت مفتی سید افضل حسین علیہ الرحمہ اور اسی ادارے کے ایک استاذ مفتی محمد جہانگیر علیہ الرحمہ اس کے جواز کے قائل تھے۔ اول الذکر نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی، اور شائع کیا۔ مگر اس کے باوجود حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان حضرات پر حکم فسق نافذ نہ کیا، نہ جامعہ سے باہر کیا۔ نہ مسلمانوں کو ان کی اقتدا سے منع کیا، اور نہ ہی اپنی خلافت و اجازت سے محروم فرمایا۔ کیا آج کے علما و فضلا حضور مفتیِ اعظم ہند سے بڑے فقیہ ہیں؟ ان سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہیں؟

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتیِ اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

ہرگز نہیں۔ پھر معاملہ کیا ہے، بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد ہر منصف سمجھ سکتا ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف، زحمت نہیں رحمت ہے، جیسا کہ ابتدائے کتاب میں اس کی وضاحت کی جاچکی ہے۔ اب کوئی حاجت نہیں کہ کسی ٹی۔ وی۔ سیریئل کا ذکر کرکے کتاب کا حجم بڑھایا جائے، اور مصنف کہلوا کر مجاہد سنیت کا لقب اختیار کیا جائے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

"اشرفیہ کل بھی جماعت کے لیے اہمیت کا حامل تھا۔ آج بھی ہے۔ ہم ان تمام اساتذہ و طلبا کی کل بھی عزت کرتے تھے، آج بھی عزت کرتے ہیں"۔۔۔ (آئینہ ص: ۵۴)

"جامعہ اشرفیہ، اہل سنت کا اس وقت سب سے بڑا ادارہ ہے۔" (ایضاص: ۸۰)

شرعی کونسل اور مجلس شرعی کا حال

مولانا مصباحی صاحب نے اپنی کتاب میں ایک تکلیف دہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ نا معلوم اسباب کی بنا پر حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا محمد احمد مصباحی، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، مفتی مطیع الرحمان رضوی اور میرا نام شرعی کونسل کے شرکا کی فہرست سے نکال دیا گیا۔ اس پر سیوانی صاحب نے سات صفحات سیاہ کرتے ہوئے ان حضرات کے بارے میں عجیب و غریب خامہ فرسائی کی ہے، اور گڑے مردے اکھاڑنے کا عظیم فریضہ انجام دیا ہے، جو انھیں کا حق ہے۔ ان سب پر تبصرہ کرنا سوائے تضیع اوقات کے کچھ نہیں۔ وہ تمام علما و مفتیان کرام جو اس سمینار میں شریک تھے سب اس تکلیف دہ معاملے سے بہ خوبی واقف ہیں۔ خود مصباحی صاحب بھی اس میں شریک تھے۔ ہاں! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقریب فہم کے لیے ایک ذمہ دار عامل دین حضرت مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی، استاذ جامعہ امجدیہ کو پیش آنے والے ایک واقعہ کا تذکرہ کر دوں۔ مگر اس سے پہلے یہ سمجھتے چلیں کہ چند سال قبل حضرت مفتی آل مصطفی صاحب نے کفو کے بارے میں ایک فتویٰ دیا تھا، جس پر اخبارات میں دیوبندی مولویوں نے کافی کچھ ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ پھر یہ مسئلہ شرعی مجلسوں میں زیر بحث آیا۔ آگے کا حال مفتی صاحب کی زبانی سنیے:

"۔۔۔مجھے حد درجہ تعجب اس وقت ہوا جب ۲/ جون، ۲۰۱۲ء کو شرعی کونسل، **بریلی شریف کی آخری فقہی نشست میں مجھ پر یہ الزام قائم کیا گیا کہ: "مجلس شرعی مبارک پور میں جو ظاہر الروایہ پر فیصلہ ہوا ہے، شرعی کونسل میں دستخط کے بعد میں نے مذکورہ فیصلے پر بھی دستخط کر دیے ہیں" جو الزام محض ہے۔۔۔**

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فقہی سمینار میں یہ مسئلہ (کفاءت) سال رواں آیا۔ اگر چہ سوال نامہ میں نے مرتب کیا تھا۔ جس میں مجلس شرعی کے ایک رکن و مرتب ہونے کی حیثیت سے میں نے روایت نادرہ و ظاہر الروایہ کے دونوں پہلو کو رکھ کر سوال قائم کیا تھا، تاکہ دیانت دارانہ طور پر کوئی گوشہ، تشنہ نہ رہ جائے۔ اس پر **مجلس شرعی مبارک پور کا فیصلہ ظاہر الروایہ پر ہوا، یہ صحیح ہے۔ مگر میں نے اس فیصلے پر ہرگز**

دستخط نہیں کیے تھے۔ جب کہ میرے علاوہ دیگر مندوبین کے دونوں فیصلوں پر دستخط ہیں۔ مگر یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ الزام میرے ہی سر آیا۔

ایک بات اور واضح کر دوں کہ مجلس شرعی، مبارک پور نے کبھی کسی مندوب پر فیصلے پر دستخط کے لیے دباؤ نہیں ڈالا۔" (جام نور دہلی، شمارہ، جولائی، ص:۱۵، ۲۰۱۲ء)

اب تو سیوانی جی کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اخراج کی کاروائی اور الزام محض رکھنے والے کون لوگ تھے؟ اور اگر اب بھی نہ سمجھ سکے تو

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ سیوانی جیسے جہلا کو کوئی حق نہیں کہ علامہ محمد احمد مصباحیؔ، مفتی محمد نظام الدین صاحب رضویؔ اور بڑے بڑے علما و مفتیان کرام کو کم علمی کا طعنہ دیں۔ نا اہل ثابت کریں، فقیہ ملت اور شرف قادری جیسی عظیم شخصیتیں جن کے علم و فضل کی گواہی دیں تو ان کے سامنے ان جاہلوں کی باتوں کا کیا اعتبار؟

نظام اشرفیہ کی شفافیت

مولوی سیوانی آئینہ کے ص:۸۰/ پر لکھتے ہیں:

"جامعہ اشرفیہ کے لیے یہ تین شرطیں بڑی اہم ہیں کہ مصباحیؔ ہو، ساتھ ہی چاپلوس بھی ہو، اور قرابت رکھتا ہو" صفحہ ۸۱/ پر ہے: "اشرفیہ کے ضابطہ کے مطابق کوئی غیر مصباحیؔ اشرفیہ میں مدرسی کا حق دار نہیں۔ عجیب و غریب قانون ہے کہ کسی بھی سنی ادارے کا فارغ التحصیل اشرفیہ کا مدرس نہیں بن سکتا"

قارئین! آپ شروع ہی سے دیکھتے چلے آئے ہیں کہ اِن مولوی صاحب نے اشرفیہ سے نکالے جانے کے بعد اس ادارے سے اپنی عداوت اور شقاوت قلبی کا کیسا عجیب و غریب مظاہرہ فرمایا ہے۔ یہ بات ان کی کتاب کی سطر سطر سے ظاہر ہے۔

پہلے تو یہ سمجھیے کہ اشرفیہ میں اس طرح کا کوئی قانون ہے ہی نہیں کہ غیر مصباحیؔ، اشرفیہ میں مدرسی کا حق دار نہیں۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ اس کذب وافترا کے ثبوت کے لیے

یہی کافی ہے کہ حضرت قاری جلال الدین صاحب ، جو ایک معروف و مشہور حافظ و قاری قرآن ہیں، تقریبًا پندرہ سال تک اشرفیہ کے مدرس رہے۔ انھوں نے اشرفیہ سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اور میری معلومات کے مطابق حضرت قاری اقرار احمد صاحب ۲۰۰۵،۲۰۰۶ء میں اشرفیہ کے استاذ مقرر ہوئے۔ شاید تقرری سے قبل وہ اشرفیہ حاضر بھی نہ ہوئے ہوں۔ یہ معاملات ہر شخص خوب جانتا ہے۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ عزیزی صاحب (انوار القرآن، بلرام پور) جنھوں نے حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی ہے، سے ذمہ داران اشرفیہ نے رابطہ کیا، اور انھیں اپنے یہاں مدرس بنانا چاہا، مگر حضرت نے اپنی بعض دیگر مصروفیات کی بنا پر معذرت کر لیا۔ اسی طرح مفتی مطیع الرحمان صاحب سے بھی مدرس بنانے کے لیے رابطہ کیا گیا تھا، اور حضرت مفتی صاحب نے کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے، سب جانتے ہیں۔ (ویسے یہ دونوں حضرات ابھی باحیات ہیں، جنھیں میری بات میں تردد ہو ان سے رابطہ فرما کر تصدیق کر سکتے ہیں۔)

اب تو خوب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ سیوانی جی نے کذب و افترا کے ذریعہ جو فریب دینے کی ناپاک کوشش کو تھی، اس کی حیثیت کیا ہے؟ واقعی جہالت بہت بری چیز ہے۔ اور بغض و حسد، کذب و خیانت کی شناعت سے سبھی واقف ہیں۔ دراصل یہ تاثر دے کر کہ اشرفیہ میں مصباحی کے علاوہ کوئی دوسرا مدرس نہیں ہو سکتا، سیوانی جی نے دیگر مدارس کے فارغین کو بہکانے کے کوشش کی ہے، اور بلا وجہ ان کے دل میں اشرفیہ اور مصباحیوں سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، ورنہ اہل علم ان بے تکی باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہید بناتے ہوئے چند قابل فخر مصباحی اساتذہ کو ندوی ثابت کر کے جناب یوں لکھتے ہیں کہ:

”اگر ندوی ہے، تو وہ (اشرفیہ کا مدرس ہونے کے) لائق ہی لائق ہے۔ مولانا یس اختر ندوی۔ مولانا افتخار احمد ندوی۔ مولانا مقبول ندوی۔ اور موجودہ وقت مولانا نفیس ندوی۔ یہ چار چار ندوی اشرفیہ کے استاذ ہوئے“ (ص:۸۱)

پہلے تو یہ بتاتے چلوں کہ جن چار حضرات کے نام مولوی صاحب نے گنائے ہیں یہ سب کے سب جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ ہاں انھوں نے ندوہ میں بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ مگر کمال چابک دستی سے جناب نے ان کے ناموں کے سامنے ''مصباحی'' نہ لکھا تاکہ کم علم لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر اپنی بات کو سچ ثابت کر سکیں۔ اور حیرت تو اس پر ہے کہ مولوی صاحب نے خود ندوہ میں تعلیم حاصل کی ہے، اور اس کا کہیں ذکر تک نہ کیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جو چیز ایک کے لیے لائق مذمت ہو وہی دوسرے کے لیے لائق تعریف ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ مولانا افتخار احمد قادری، مصباحی، اور مولانا یس اختر مصباحی کا تقرر خود حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا، اور علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ اس زمانے میں اشرفیہ کے مدرس تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ بات حضور حافظ ملت کو کیوں نہ سمجھ میں آئی؟ اور ایک کم علم مولوی کیسے سمجھ گیا؟ کیا نعوذ باللہ! حضور حافظ ملت بھی ندوہ نواز تھے؟ اور حضرت علامہ محدث کبیر صاحب قبلہ نے اس پر اعتراض کیوں نہ فرمایا؟ آج چالیس سال گزر جانے کے بعد یہ بات اچانک کیسے پیدا ہو گئی۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

تیسری بات یہ کہ مولانا مقبول احمد سالکؔ، مصباحیؔ، اور مولانا نفیس احمد مصباحیؔ کا تقرر کس کے دور صدارت میں ہوا؟ ظاہر ہے کہ ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا مقبول احمد مصباحی صاحب اشرفیہ کے استاذ مقرر کیے گئے۔ اس وقت حضور محدث کبیر کے اشرفیہ کے شیخ الجامعہ تھے۔ حضرت نے ایسا کیوں ہونے دیا؟ کیا مجبوری تھی ان کے سامنے، یہ تو وہی بتا سکیں گے۔ اس کے تین، چار سال بعد حضرت مولانا نفیس احمد صاحب اشرفیہ کے استاذ ہوئے، اس وقت بھی حضور محدث کبیر صاحب قبلہ ہی اشرفیہ کے صدر المدرسین تھے۔ اب سیوانی جی حضرت محدث کبیر صاحب سے پوچھ لیں کہ حضور آپ نے ایسا

کیوں کیا؟ اور آج دس پندرہ برس بعد یہ حضرات مصباحی سے اچانک ندوی کیسے ہو گئے؟ ورنہ قارئین تو خوب جانتے ہیں کہ جس طرح ندوہ بدمذہبوں کا ادارہ ہے، اسی طرح جامعہ ازہر شریف ایک قومی ادارہ ہے۔ جہاں پر صوفی، سلفی، اخوانی وغیرہ ہر طرح کے طلبا و اساتذہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ دور قدیم سے چلا آرہا ہے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ ہر مدرسہ قابل فخر اور ذی استعداد فارغین ازہر کو اپنے یہاں مدرس بنانے کے لیے ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں حضرت مولانا ابو یوسف محمد صاحب جو حضور محدث کبیر کے صاحبزادے ہیں، مدرس ہیں۔ اس طرح کی باتوں پر اعتراض کرنا محض جہالت پر مبنی ہے۔

اور سیوانی جی، آپ یہ کہتے ہیں کہ: ’’اگر باقی سنیوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہم کسی مصباحی کو اپنے یہاں مدرس یا امام نہیں بنائیں گے تو یہ مصباحی کیا کریں گے؟‘‘

میں کہتا ہوں کہ ہمت ہو تو جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے ذمہ داران کو آپ یہ مشورہ دیں کہ وہ اپنے یہاں سے مولانا جمال مصطفی مصباحی، مولانا عبدالرحمان صاحب مصباحی، مولانا صدیق احمد مصباحی، مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی، مولانا فیضان المصطفی مصباحی، مولانا ابوالحسن مصباحی، مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی، مولانا عبدالمبین مصباحی، مولانا ابو یوسف محمد مصباحی (اساتذۂ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی) کو نکال باہر کریں۔ پھر سمجھ میں آجائے گا کہ اس طرح کے مفید مشوروں کی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح بریلی شریف کے عظیم الشان ادارے جامعہ منظر اسلام کے ارباب حل و عقد کو ذرا یہ مشورہ دے کر دیکھیے کہ کم از کم وہ مولانا محمد عاقل رضوی، مصباحی صاحب اور مولانا مفتی محمد سلیم مصباحی صاحب کو اپنے یہاں سے بے دخل کر دیں، اور آپ جیسے نااہلوں کو استاذ بنالیں، تو خوب معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے اس بکواس میں کتنا دم ہے۔

رہی یہ بات کہ حضور محدث کبیر صاحب قبلہ یا مفتی اختر حسین علیمی صاحب کو مجلس شرعی میں کیوں نہیں بلایا جاتا، تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ حضور محدث کبیر کو اہل اشرفیہ سے کچھ تکلیف ہے۔ اگر انھیں بلایا بھی جائے تو ہر گز تشریف نہ لائیں گے۔ اور مفتی علیمی صاحب کا حال یہ ہے کہ علیمیہ جمدا شاہی جو ملک کا ایک باوقار ادارہ ہے، اسے زبوں حالی کی طرف لے جانے والی حضرت ہی کی ذات مقدسہ ہے۔ علیمیہ جمدا شاہی میں علیمی، رضوی اختلاف کا بانی کون ہے؟ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایسے لوگوں کو بلوا کر اشرفیہ والے نہیں چاہتے کہ اشرفیہ کو بھی داخلی اختلاف کا اڈا بنوا دیا جائے۔ اور ہاں! ذرا علماے اشرفیہ کے خلاف جناب کی بھڑکاو تقریریں سنیے، آپ کو خود بہ خود جواب مل جائے گا۔

بات ہوتی رہی تھی نظام اشرفیہ کی۔ جو شخص خود نظم و ضبط کا پابند نہ ہو سکا، اور اپنا خارجہ کرا بیٹھا، اسے اشرفیہ کے نظام میں گڑبڑی نظر آرہی ہے! اللہ کی پناہ!

جناب سیوانی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ: ”اشرفیہ کا استاذ ہونے کے لیے مصباحی ہونا، چاپلوس ہونا، اور قرابت دار ہونا شرط ہے“۔

ان کی اس بات میں کتنی سچائی ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اساتذۂ اشرفیہ کے ذریعہ ہزاروں صفحات پر لکھے گئے مقالات، کتابیں، حاشیے، تعلیقات، مذہب و مسلک کے تعلق سے ان کی خدمات جگ ظاہر ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا ہو تو سیوانی جی کو ایک مشورہ دوں گا کہ حضرت! اب سے آپ اشرفیہ میں داخلہ لے لیجیے، کیوں کہ اشرفیہ میں داخلہ کے لیے عمر کی کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ ہم جیسے لوگ ذمہ داران اشرفیہ سے ہر ممکن کوشش کے ذریعہ آپ کے داخلہ کی سفارش کریں گے کہ آپ کا پرانا جرم معاف کر دیا جائے۔

آپ کی جھوٹی باتوں کا پردہ تو فاش کر دیا گیا۔ لیکن دل چسپ خبر اور سن لیجیے تاکہ طبیعت باغ باغ ہو جائے۔ وہ یہ کہ گورنمنٹ کا یہ قانون ہے کہ کسی ادارے کے ناظم اور

پرنسپل اپنے قریبی رشتہ دار کو اس ادارے میں کسی عہدہ پر تقرر نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے باقاعدہ حلف نامہ داخل کرنا پڑتا ہے کہ فلاں صاحب کا جو تقرر کیا جا رہا ہے، ان سے میرا کوئی قریبی رشتہ نہیں ہے۔ اب سنیے! حضرت مولانا جمال مصطفیٰ صاحب قادری، اشرفیہ کے اس وقت استاذ ہوئے جب کہ ان کے والد محترم اشرفیہ کے صدر المدرسین تھے۔ ذرا کبھی فرصت ملے تو حب اشرفیہ نہ سہی، بغض اشرفیہ ہی میں اسے سمجھنے کی کوشش کیجیے گا۔ آپ نے کتنا بڑا جرم کیا کہ اپنے ہی ممدوح کی ذات پر حملہ کر بیٹھے۔ استغفر اللہ.

قرابت و تملق کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ کو مبارک پور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ساری چیزیں گھوسی ہی میں دستیاب ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ آج جامعہ امجدیہ میں تقریباً آدھے اسٹاف گھر ہی کے لوگ ہیں۔ مولانا جمال مصطفیٰ صاحب، صدرالمدرسین، مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب، مولانا علاء المصطفیٰ صاحب، (ناظم صاحب) مولانا ابو یوسف محمد صاحب ازہری وغیرہ۔ یہ سب گھر ہی کے لوگ ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا ہے کہ ان حضرات کی لیاقت علمی اور درسی صلاحیت کمزور ہے۔ بلکہ ذی استعداد لوگ ہیں۔ میرا مقصد صرف قرابت دکھانا ہے، تاکہ جو لوگ اشرفیہ پر اقربا پروری کا بے جا الزام رکھتے ہیں کہ انھیں بتا دیا جائے کہ ان کا مطالعہ کتنا محدود ہے۔ اور سنیے! دس سال سے زیادہ عرصہ تک حضرت علامہ مفتی محمود اختر صاحب قبلہ (ممبئ) جامعہ امجدیہ رضویہ کے پرنسپل بنے رہے۔ لیکن حاضری ایک دن بھی نہیں۔ پھر بھی کاغذات پر حضرت ہی کے دستخط ہیں۔ حاضری ہوتی رہی۔ دیگر امور انجام پاتے رہے۔ یہ کیا ہے! اتنا بڑا فراڈ کیوں نظر نہ آیا۔ اشرفیہ ہی نشانے پر کیوں؟

اور آگے بڑھیے، جب کچھ لوگوں نے ذمہ داران امجدیہ سے درخواست کی کہ یہ مناسب نہیں کہ حضرت مفتی صاحب کا نام یوں ہی چلتا رہے، تو غور و خوض کے بعد حضرت علامہ جمال مصطفیٰ صاحب کا تقرر، پرنسپل کے عہدہ پر ہوا۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ سب سے

ذی استعداد حضرت ہی تھے؟ کیا مولانا عبدالرحمان صاحب، مفتی شمشاد صاحب، مفتی آل مصطفی، مولانا ابوالحسن صاحب، مولانا صدیق صاحب سینئر اساتذہ اس لائق نہ تھے کہ یہ عہدہ انھیں سپرد کیا جاتا۔ تملق اور قرابت کی اس سے اعلیٰ مثال اور کہاں مل سکتی ہے؟

اب میں سیوانی صاحب ہی کی زبان میں کہوں گا کہ سیوانی صاحب یہ بھول گئے کہ فکر و نظر کی جس جھونپڑی میں بیٹھ کر وہ نشانہ لگا رہے ہیں، وہ ہمارے ہدف سے باہر نہیں۔

کچھ نہ ہوتا تو کچھ نہیں ہوتا　　تھا گریباں تو تار تار ہوا

قارئین! اس سلسلے میں ایک بات اور ذہن نشین رکھنی ہوگی، وہ یہ کہ جامعہ اشرفیہ ہی نہیں بلکہ شاید دنیا کا کوئی تعلیمی ادارہ ایسا نہ ہوگا جس کے یہاں یہ شرط ہو کہ ہم اپنے ہی فارغین کو اپنے ادارے میں مدرس بنائیں گے، دوسرے کو نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ کسی ادارے کے لیے استاذ کا تقرر کیے جانے کے وقت محض قابلیت ہی سب کچھ نہیں، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ استاذ شفیق ہو، تاکہ طلبا کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئے۔ تفہیم اچھی ہو۔ ورنہ بہت سے ذی استعداد ہیں مگر ان کی تفہیم اچھی نہیں ہوتی۔ اور سب سے ضروری یہ ہے کہ اخلاق و کردار میں اچھا ہو، بداخلاق نہ ہو، فتنہ پرور نہ ہو۔ اب جب کوئی ادارہ کسی کو اپنے یہاں استاذ رکھنا چاہتا ہے، تو وہ اپنے فارغین کو ترجیح دیتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جو اپنے ادارے سے پڑھا ہوگا، فطری طور پر اس ادارے سے اس کا لگاو ہوگا۔ ایک زمانے تک چوں کہ اس ادارے کا نمک کھایا ہے، لہذا اس استاذ کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ میں اس کا حق نمک ادا کروں۔ انتظامیہ اور صدرالمدرسین سے وہ بغاوت بھی نہ کر سکے گا۔ اور ذمہ داران ادارہ اس کے اخلاق و کردار سے بھی بہ خوبی واقف ہوں گے۔ یہ وہ معاملات ہیں جنھیں ہر شخص اچھی طرح سے سمجھتا ہے۔ اور اس کا نمونہ آپ کو ہر ادارے میں مل جائے گا۔ دیکھیے! فیض

الرسول براؤں شریف میں حضرت علامہ مفتی محمد شہاب الدین رضوی صاحب قبلہ اور حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ نے اسی ادارے سے تعلیم حاصل کی، اور آج وہاں کے استاذ بھی ہیں۔ حضرت مولانا مفتی اختر حسین علیمی صاحب، حضرت مولانا انوار احمد بغدادی صاحب، اور حضرت مولانا احمد رضا بغدادی صاحب، نے علیمیہ جمدا شاہی سے تعلیم حاصل کی، اور آج وہاں کے مدرس ہیں۔ اس طرح کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ کیاان سب کے بارے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ نعوذ باللہ یہ حضرات متملق ہیں؟ اور انھیں کو کیوں رکھا گیا؟ فلاں صاحب کو کیوں نہ رکھا گیا؟ ہرگز نہیں۔ اس طرح کی باتیں وہی کر سکتا ہے، جو مخبوط الحواس ہو، یا تعصب و عناد میں ڈوبا ہوا ہو۔

مولوی سیوانی صاحب کو سب سے بڑی تکلیف یہ ہے کہ فلاں فلاں صاحبان نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی، انھیں مدرس بنالیا گیا، اور میں بھی ندوہ سے پڑھا تو پھر مجھے در کنار کیوں کیا گیا؟ اس سلسلے میں میرا کہنا یہ ہے کہ حضرت! سب لوگ مدرس ہی ہو جائیں گے تو فتنہ پروری کون کرے گا؟ ندوے کا حق کون ادا کرے گا؟ اہل سنت میں انتشار کا فریضہ کس کے ہاتھوں انجام پائے گا؟ اس کے لیے آپ جیسے فضلاے بے روزگار سے مناسب کون ہو سکتا ہے کہ فتنہ پیدا کر کے "مجاہد سنیت" کے لقب سے ملقب ہو جائیں! خلافت کے مستحق ہو جائیں! آخر کیا وجہ ہے کہ جو لوگ کل تک کبھی کبھار اخباروں میں مراسلات کے کالم میں نظر آجایا کرتے تھے، آج اچانک بڑے بڑے سیٹھ ان سے مرعوب نظر آرہے ہیں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ مصباحی علما دوسرے علماے کرام کے ساتھ تعصب برتتے ہیں۔ تفاخر ظاہر کرتے ہیں۔ ایک دو جزئی واقعات سند کی حیثیت نہیں رکھتے۔ سیکڑوں مدارس کے علما و مدرسین کو دیکھا جا سکتا ہے کہ وہ باہم شیر و شکر بن کر رہتے ہیں۔

حالاں کہ وہ مختلف مدارس اہل سنت کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ سب مل جل کر ادارے کو ترقی دینے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ اگر کسی کم علم ندوی کو نظر نہ آئے تو دوسروں کا کیا قصور؟

مشائخ کچھوچھہ اور جامعہ اشرفیہ

کچھوچھہ شریف ہندوستان کی عظیم ترین خانقاہوں میں سے ایک ہے، حضرت سید غوث العالم مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ عنہ اس پاک سرزمین میں آرام فرما ہیں، جہاں ہمیشہ عقیدت مندوں اور حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، اسی عظیم شخصیت کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس درگاہ کے متوسلین اپنے آپ کو ''اشرفی'' کہتے ہیں۔ یہ خانوادہ ایک طویل عرصہ سے مسلمانوں کی قیادت کرتا چلا آیا ہے۔ اسی خانوادے کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''مصباح العلوم'' ''جامعہ اشرفیہ'' قرار پایا۔ کیوں کہ اس کے بانیوں میں حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی مقدس ذات بھی ہے۔ علامہ مدنی میاں قبلہ، علامہ سید ہاشمی میاں قبلہ، علامہ اظہار اشرف، جیسی شخصیتوں نے جامعہ اشرفیہ ہی سے تعلیم حاصل کی۔ دو دہائی پہلے کی بات ہے کہ کچھ لوگوں نے اشرفی، رضوی، کا ماحول اس طرح گرم کیا کہ اس کا تذکرہ کرنا بالکلیہ مناسب نہیں۔ گڑے مردے اکھاڑنا، مولوی سیوانی جیسے لوگوں کو مبارک ہو۔ اس سلسلے میں یہ بتانا کافی ہوگا کہ آج بریلی شریف کا نام استعمال کرکے جو لوگ اشرفیہ کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں، وہی مبارک شخصیتیں کل بھی بریلی شریف کو ڈھال بنا کر اہل کچھوچھہ مقدسہ کی تحقیر و تذلیل میں پیش پیش تھیں۔ اس بارے میں طول کلامی نہ کرکے صرف ایک شہادت پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں، جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ جائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں جو تین دہائی گزر جانے کے بعد بھی اپنی اس روش سے ہٹنے کو تیار نہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''ایک گروپ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، برکاتی قدس سرہ سے اجدادی دشمنی کا کوئی باب غیر مکمل تھا، پورا کرنا چاہتا ہے۔ دوسرا گروپ، ماضی حامیان رضا کی ضرب کاری کی تاب نہ لاکر انتقام کے درپے ہے۔''

اس میں پہلے گروپ سے مراد علماے بدایوں ہیں، اور دسرا گروپ، کچھوچھہ مطہرہ کا ہے۔

قارئین! اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج بھی کچھ فتنہ پرور مولوی اور قلم کار ہیں، جو اس تکلیف دہ قضیہ کو پھر سے گرما کر اپنی روزی روٹی کا سامان مہیا کرنے پر آمادہ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اب لوگوں میں شعور آتا جا رہا ہے۔ پروپیگنڈے اب زیادہ کامیاب نہیں ہو رہے ہیں۔ اللہ رب العزت ایسے فتنوں اور فتنہ پروروں سے اہل سنت کی حفاظت فرمائے۔ اور لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مدرسوں کی طرف نسبت، بدعت کیوں؟

''چھوٹا منھ اور بڑی بات'' ایک مشہور مَثَل ہے۔ کچھ لوگوں میں جہالت و حماقت کتنی عام ہوتی ہے اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ آئینہ صلح کلیت کا مطالعہ کیجیے۔ مولوی سیوانی صاحب نے اس میں عجیب و غریب باتیں جمع کر رکھی ہیں، جنھیں پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی کتابچہ نہیں بلکہ کسی دیوانے کی بڑ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی تیاری میں جناب کے تین، چار مہینے صَرف ہوئے مگر شاید انھوں نے اسے تیار کرنے کے بعد کسی بڑے عالم کو دکھانا مناسب نہ سمجھا۔ حالاں کہ انتساب اور نذر عقیدت میں علماے کرام کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اے کاش! ان میں سے کسی کو دکھا دیا ہوتا تو ایسی فحش غلطی میں نہ پڑتے۔ چوں کہ جناب کو اشرفیہ سے جلن جو جلن ہے، وہ ڈھکی، چھپی بات نہیں، انھیں ہر وہ چیز بری لگتی ہے جس کا کسی طرح سے کوئی تعلق جامعہ اشرفیہ سے ہو۔ یہاں تک کہ ایک زمانے سے مدارس کے فارغین خود کو مدارس کی طرف نسبت کرتے ہوئے منظریؔ، فیضیؔ،

علیمی، ثقافی، سعیدی جامعی، شمسی، نعیمی، ازہری، مصباحی وغیرہ لکھتے چلے آئے۔ آج تک کسی بھی عالم نے، نہ اسے منع کیا، اور نہ بدعت بتایا۔ ہاں اگر یہ بات کسی کو سوجھی تو جناب سیوانی صاحب کو کہ "مدارس کی طرف نسبت کرنا اہل بدعت کی تقلید ہے"۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہابیہ، اہل سنت کے مراسم یعنی نیاز فاتحہ، سلام مع قیام، ایصال ثواب وغیرہ کو بدعت کہہ دیا کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہوتی ہے کہ: صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ تابعین نے نہیں کیا، وغیرہ۔ ایسے ہی جناب انیس نے اس کے بدعت ہونے کی دلیل ذکر فرمائی کہ: فلاں عالم نے اپنے نام کے سامنے مصباحی نہیں لکھا۔ فلاں نے نہیں لکھا۔ حضور حافظ ملت نے نہیں لکھا، وغیرہ۔

یقینا جہالت، گنوار پن، شہرت طلبی، اور حب دنیا بہت بری چیز ہے، جو انسان کو اس طرح کے نادر کارنامے انجام دینے پر اکساتی ہے۔ خدا کی پناہ! ایسی سمجھ پر۔ یہ سب، منفی ذہنیت کی کرشمہ سازی ہے، ورنہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے ہی جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے بہت سے علما اپنے نام کے سامنے "نعیمی" لکھتے رہے۔ علمائے کرام کے چند اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں:

حضرت مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی۔ حضرت علامہ شاہ مفتی احمد یار خان نعیمی، حضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی۔ حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حضرت مولانا محمد یونس نعیمی۔ حضرت مولانا نذیر اکرم نعیمی۔ حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی۔ حضرت مولانا محمد حسین نعیمی۔ حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی۔ حضرت مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اور آج بھی جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے بہت سے باوقار معمر اساتذہ و علما اپنے نام کے ساتھ بصد شوق "نعیمی" لکھتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے اسے بدعت نہ کہا۔

اور رہی بات ازہری ہونے کی، تو اس سے قبل بھی واضح ہو چکا ہے کہ جامع ازہر ایک مخلوط قومی ادارہ ہے، جہاں سنی سلفی وغیرہ سب طرح کے لوگ ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے معزز علما و فضلا سیکڑوں سال سے آج تک اس جامعہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''ازہری'' لکھتے ہیں۔ آخر بات کیا ہے کہ ساری نسبتیں جائز اور صرف ''مصباحیؔ'' نسبت، بدعت۔ اہل علم اس پر خود ہی غور فرمالیں۔

نسبت مصباحیت کی تنقیص و تحقیر کے پس پردہ کون سی ذہنیت کارفرما ہے، اس کا جواب صرف یہ ہے کہ: تعصب، حسد اور عناد۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی لائق غور ہے کہ جناب مولف آئینہ نے ایک طرف تو مدرسوں کی طرف نسبت کو غیروں کی تقلید اور بدعت قرار دیا، اور خود ہی مفتی اختر حسین صاحب کو ''علیمیؔ'' لکھا۔ مولانا ارشاد صاحب کو ''ثقافیؔ'' لکھا۔ آخر بدعت کا پیمانہ یہاں بدل کیوں گیا؟ ورنہ میرا تو یہ کہنا ہے کہ مدرسوں کی طرف صرف نسبت و انتساب ہی نہیں، بلکہ شرف انتساب درست ہے۔ لیجیے مولوی سیوانی صاحب کے گھر ہی سے اس کی دلیل بھی سن لیجیے:

ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے کہ شمالی ہندوستان کے مشہور و معروف ادارہ دارالعلوم اہل سنت، فیض الرسول براؤں شریف میں ''مسابقۂ حفظ حدیث'' کا ایک معیاری پروگرام منعقد ہوا، جس میں مدارس کے بہت سے باذوق طلبا نے حصہ لیا۔ بڑے بڑے علمائے کرام اس کل ہند سطح پر ہونے والے پروگرام میں شریک ہوئے۔ اس پروگرام میں چالیس احادیث مع فوائد پر مشتمل ایک کتاب ''اربعین علوی'' شائع کر کے شرکا میں تحفۃً تقسیم کی گئی۔ اس کتاب کے مولف حضرت مولانا کوثر امام قادریؔ، سیوانی صاحب ہیں۔ جو ایک معروف قلم کار ہیں۔ اور فن حدیث سے کافی شغف رکھتے ہیں۔

اور اتفاق سے مولوی انیس صاحب کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں۔ مولانا قادری نے اپنی اس کتاب کو دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف کی طرف منسوب کیا۔ لکھتے ہیں:

شرف انتساب۔ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے نام۔ جو حضور شعیب الاولیا کے علمی و عملی، فکری و اعتقادی فیضان کا سرچشمہ ہے۔۔۔ کوثر امام قادری۔

دیکھا آپ نے، ایک مولوی صاحب فرما رہے ہیں: مدرسوں کی طرف نسبت کرنا، بدعت ہے، اور انھیں کے گھر کے ایک سنجیدہ عالم دین کا کہنا ہے کہ صرف انتساب ہی نہیں بلکہ شرف انتساب بھی درست ہے۔ اب مولوی صاحب خود فیصلہ کریں کہ ان کی بات سچ ہے یا مولانا قادری صاحب کی۔ کیوں کہ گھر کی بات ہے۔ دوسرا اس میں دخیل نہ ہو تو بہتر ہے۔

ع الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

اور ساتھ ہی مولوی صاحب یہ بھی بتائیں کہ مدرسوں کی طرف نسبت کتنے دنوں کے بعد جائز ہو جاتی ہے، اور کب تک یہ نسبت بدعت کے زمرے میں رہتی ہے۔

قارئین! ایک تاریخی امر یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے اپنے نام کے آگے ''مصباحی'' لکھنے والے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب مبارک پوری ہیں، جو حضرت بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان علیہاالرحمہ کے فرزند ارجمند، کئی کتابوں کے مصنف، اور کئی ماہ ناموں کے ایڈیٹر رہے ہیں۔ خود بحر العلوم نے یہ بات ان کے کتابچہ کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ حضرت بحر العلوم تو بہ طور فخر اسے تحریر کریں، اور بدعت کی طرف ان کی نظر نہ پہنچ سکے۔ اور آج کے ایک مولوی صاحب گویا بحر العلوم سے بھی آگے بڑھ گئے کہ انھیں مصباحی لکھنا بدعت نظر آنے لگا۔

اور کچھ لوگوں کو مصباحی نسبت سے کتنی نفرت ہے، ذرا اس کا ایک نمونہ ملاحظہ کرتے چلیں: ابھی حال ہی کی بات ہے کہ دہلی کے ایک پروگرام میں ایک ادارے کے

مدرس جو اتفاق سے اچھے مدرس بھی ہیں، کا جانا ہوا۔ ایک نوجوان مصباحی عالم بھی ان کے شریک سفر تھے۔ وہاں پہنچے پر مصباحی عالم کے ایک دوست نے عقیدۃً مقرر صاحب موصوف سے پوچھ لیا کہ: حضرت آپ بھی مصباحی ہوں گے؟ اس پر حضرت کا جواب تھا کہ: ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے مصباحی ہونے سے بچا لیا''۔ یہ سن کر مصباحی عالم فوراً بول پڑے، کیوں حضرت! مصباحی ہونا کوئی گناہ ہے کیا؟ حضرت نے کوئی جواب دینے کے بجائے ادھر ادھر کی تاویل میں عافیت سمجھی۔

دیکھا آپ نے، مصباحیت سے نفرت! یہی نہیں۔ کچھ لوگ زبردستی مصباحیوں کو ایک الگ فرقہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے۔

بہر حال اس سے حضرت کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ کچھ لوگوں کو کس طرح بہکایا گیا، اور مصباحیوں کے خلاف کس طرح ماحول خراب کیا گیا۔

اور اگر تنظیم ابنائے اشرفیہ پر کسی صاحب کو اعتراض ہے تو کیوں نہیں تنظیم افراد اہل سنت کا قیام کر لیتے؟ صرف مفید مشوروں سے کام چلنے والا نہیں، انھیں عملی جامہ پہنانا بھی ضروری ہے۔ آگے بڑھیں، ہر طرح سے ہم ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ مگر یہ کام وہ کیوں کریں گے؟ انھیں تو اعتراض و تنقید ہی سے فرصت نہیں۔

بریلی شریف اور مبارک پور

مبارک پور، بریلی سے نہ کل دور تھا نہ آج ہے۔ مبارک پور کے اساتذہ و طلبا کی زبان پر اعلیٰ حضرت، مفتیِ اعظم اور بریلی شریف کا نام اور اس کا تذکرہ جیسے پہلے ہوا کرتا تھا آج بھی وہی حال ہے۔ یہاں کے مفتیان کرام اور ان کے فتوے کل بھی مسلک رضا کے ترجمان تھے، آج بھی ہیں۔ الحمد للہ وہاں کے اکثر سینئر اساتذہ، حضور مفتیِ اعظم ہند کے مرید ہیں۔ اور بعض حضور تاج الشریعہ کے خلیفہ بھی۔ ہر سال پابندی کے ساتھ اشرفیہ میں یوم رضا اور یوم

مفتیِ اعظم ہند منایا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے مقالے لکھے جاتے ہیں، منقبتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تقریریں کی جاتی ہیں۔ عرس رضوی میں کثیر تعداد میں اساتذہ و طلبا بالالتزام شریک ہوتے ہیں۔ ان کے حواشی و تعلیقات ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ اشرفیہ کا مضبوط رشتہ کل کی طرح آج بھی بریلی کے ساتھ قائم ہے۔ اور قائم رہے گا۔ اہل اشرفیہ خود مرکز بننا نہیں چاہتے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ ہاں وہ مرکز کو مرکز کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ مرکز کی اعلیٰ خدمات کا تحفظ کیا جائے۔ اور الحمد للہ یہ کام جاری و ساری ہے۔ اہل اشرفیہ کسی قیمت پر اپنے محبوب مرکز کو، کسی ادارہ یا کسی شخصیت کا مقابل نہیں بلکہ جج اور فیصل کی کرسی پر جلوہ افروز دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب ان کی اس خواہش کو کچھ لوگ خاطر میں نہ لاکر بار بار مرکز کو شاخ کا مقابل بنانا چاہیں تو اس میں اہل اشرفیہ قصوروار کیوں؟ کچھ لوگ اس سے اپنا مطلب نکالنے پر آمادہ ہوں، تو اہل اشرفیہ انھیں کیسے روک سکتے ہیں؟ دیکھیے ایک صاحب یہ خدمت کیسے انجام دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''تیسرا گروپ مرکز کے غم میں نیم پاگل ہو چکا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ: ہماری مرکزیت تسلیم کرو، ورنہ ہم کسی کی پگڑی سلامت نہیں رہنے دیں گے۔ اور جدید تحقیقات کے نام پر نئے نئے فتنے کھڑا کر دیں گے کہ ان کا اچھے اچھوں سے دفاع مشکل ہو جائے گا''۔

غور کیجیے! کون ہیں یہ لوگ جو مرکز کو شاخ سے لڑانا چاہتے ہیں؟ کیا اب بھی یہ الزام درست ہے کہ اہل اشرفیہ بریلی کے مخالف ہیں؟ خود مرکز بننے کے چکر میں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اہل اشرفیہ، مرکز اہل سنت کے ہمیشہ سے پاسبان اور نگہبان رہے ہیں۔ جب بھی کوئی آہنی پنجہ ہمارے مرکز کی طرف بڑھا ہے، اہل اشرفیہ نے مرکز کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ پھر بھی یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں ہیں۔

اور مولوی انیس جیسے کم علموں کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ علمائے اشرفیہ کو چھوٹا کہیں۔ بے لگام کہیں۔ ان کے فتاوے کو بکواس قرار دیں۔ جناب سے گزارش ہے کہ

مستقبل قریب میں جب مجلس شرعی کے تحت سمینار کا انعقاد ہو تو تشریف لائیں، اور اپنے گراں قدر مشورے، سیکڑوں علما و مفتیان کرام کے سامنے پیش کریں، کیوں کہ مجلس شرعی میں ہر ایک کو اپنی بات رکھنے کی کھلی چھوٹ ہے۔ پھر سمجھ میں آجائے گا کہ معاملہ کیا ہے؟ اور یہ سیکڑوں علما و فضلا مسلک رضا کی مخالفت کر رہے ہیں، یا اس کا دفاع اور تحفظ؟

اور جناب اس طرح کے مسائل میں اگر کوئی عالم و مفتی اور بزرگ فاضل خامہ فرسائی کرے تو الحمد للہ، مگر جس نے باضابطہ تعلیم ہی حاصل نہ کی، چند سال ندوہ میں رہا، اس کے منھ سے فقہ و افتا پر کلام، عجیب سا لگتا ہے۔ پہلے افتا کے آداب اور رسم مفتی کے اسباق کسی فاضل سے پڑھیے۔ پھر کچھ بولیے، لکھیے، تو بات بنے۔ ورنہ اس طرح کی باتوں کا جواب صرف یہی ہے: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

خانقاہ مارہرہ مطہرہ

خانقاہ قادریہ، ماہرہ مطہرہ کی عظمت و روحانیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ خانوادۂ رضویہ بریلی شریف کے اکابر اسی آستانۂ عالیہ قادریہ سے منسلک ہیں، خواہ وہ علامہ مفتی نقی علی خان ہوں، یا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری، برکاتی ہوں، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان ہوں، یا حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان اور حضور مفتی اعظم ہند، رضی اللہ عنہم۔ سب کے سب اسی خانقاہ سے مرید، اور تا حیات اس کے وفادار، خادم باوفا، اور سائل و گدا رہے ہیں۔ اس نسبت پر انھیں ناز رہا ہے:

؎ کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا — بول بالے مرے سرکاروں کے

ایک طرف یہ حقیقت ذہن میں رکھیے اور پھر یہ جارحانہ اور گستاخانہ تبصرہ پڑھیے:

''اور چوتھا گروپ، یہ تصور لیے بیٹھا ہے کہ مجدد اور مرکز ہم بناتے ہیں، اس لیے ہماری ہر بات کو بسروچشم قبول کرو۔ ورنہ ہم مجددیت کا تاج کسی دوسرے کے سر پر ڈال دیں گے۔ اور مرکز، گلی کوچے سے نکال کر کسی پر فضا مقام پر لے جائیں گے۔ جہاں ہر طرف سے، ہوا آنے کی گنجائش ہو''۔

واضح ہو کہ اس تبصرۂ نامرضیہ میں چوتھا گروپ، خانوادۂ مارہرہ مطہرہ ہے، خدا کی پناہ! حضرات غور کریں کہ کس طرح سے سرکاران مارہرہ مطہرہ پر الزام تراشی کی گئی ہے۔ انھوں نے کب فرمایا کہ: مجدد ہم بناتے ہیں، اور ہم چاہیں تو گلی کوچے (بریلی شریف) سے مرکز کو پر فضا مقام (جامعہ اشرفیہ) پر لے جائیں گے؟ کتنا گستاخانہ تبصرہ ہے یہ۔

اسی طرح مولوی انیس نے خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے موجودہ بزرگوں کو ''سادہ لوح'' کہا، جب کہ حال یہ ہے کہ اس عظیم خانوادے کے زیب سجادہ حضور امین ملت علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں پرفیسر ہیں۔ حضرت شرف ملت آئی۔ اے۔ ایس۔ ہیں۔ ان کے ایک بھائی پی۔ سی۔ ایس۔ ہیں۔ پھر انھیں ''سادہ لوح'' کہتے ہوئے مولوی صاحب کو شرم نہ آئی۔ سب سے بڑے معاملہ فہم جناب ہی ہیں!

مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ: ''بعض اہل مدرسہ نے مارہرہ شریف کو دودھ دینے والی گائے سمجھ لیا ہے''۔ اور جو علما و مشائخ مارہرہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں، انھیں ''نذرانہ اور چندہ لینے والا'' بتایا ہے۔ کیا ہو گیا ہے جناب کو! کچھ تو سوچا ہوتا کہ ہم کس پر تبصرہ کر رہے ہیں! قلم ہاتھ میں آجانے کا یہ مطلب نہیں کہ جو منھ میں آئے، بک جاؤ۔ ورنہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ سرکاران مارہرہ مطہرہ دین و سنیت کے تئیں کس درجہ حساس ہیں۔ علی گڈھ جیسے دیابنہ و وہابیہ کے گڑھ میں سنیت کا علم بلند کرنے والے مشائخ مارہرہ مطہرہ ہی ہیں۔ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ کی سرپرستی وہی فرماتے ہیں۔ ان جہاں دیدہ شخصیتوں کو سادہ لوحی کا طعنہ دینا، کتنا عجیب ہے! اللہ کی پناہ!

امام ابو حنیفہ کانفرنس کے تعلق سے اس سے پہلے لکھا جا چکا۔ جس میں سیوانی صاحب نے حق پوشی کی حد کر دی تھی، اور اشرفیہ سے متعلق ان تمام علما و فضلا کے اسماے گرامی اڑا کر قوم کو دھوکا دینے کی سعیِ لاحاصل کی، جنھوں نے سمینار میں مقالے لکھے۔

یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ اہل علم جب کبھی اپنا نام لکھتے ہیں تو بہ طور تواضع راقم الحروف، راقم السطور، حقیر، فقیر جیسے الفاظ تحریر کرتے ہیں۔ لیکن جناب انیس صاحب کو ''مولانا'' بننے کا اتنا شوق ہے کہ لکھ مارا کہ ابوالعرفان فرنگی محلی کا بائکاٹ کیا گیا، جس میں فلاں فلاں علماے کرام کے ساتھ ''راقم السطور مولانا انیس عالم سیوانی'' بھی شریک تھے۔ ماشاء اللہ! ''مولانا'' کہلانے کا اتنا شوق! خدایا رحم فرما!

علامہ فضل حق خیر آبادی کانفرنس پر بھی مولوی صاحب مذکور نے بہت واویلا مچایا ہے۔ انھیں سب سے زیادہ تکلیف اس بات پر ہے کہ مصباحی صاحب کا نام، اخبار نے بہت بے چارگی کے ساتھ شائع کیا۔ یہ صحیح ہے کہ کام کرنے والے کبھی نام کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ کام کرنے سے نام ہو ہی جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ فضل حق شناسی میں مولانا یس اختر مصباحی کا کتنا اہم رول ہے۔ اس کا انکار چمکتے سورج کے انکار کے مترادف ہے۔ پھر اگر اخبار میں جلی حرفوں میں مصباحی صاحب کا نام نہ آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ مگر نہیں، مولوی سیوانی تو یہ طے کیے بیٹھے ہیں کہ ہم کوئی ایسا کام ہونے ہی نہیں دیں گے جس میں امام اعظم کا نام آجائے۔ علامہ فضل حق کا نام آجائے۔ مفتی ارشاد حسین رام پوری کا تذکرہ ہو جائے۔ اور کیوں نہ ہو، ندوہ میں جناب نے جو تعلیم حاصل کی اور اب تک چھپائے رکھا، کچھ تو اس کا اثر ظاہر ہی ہونا چاہیے۔ بزرگوں کی محبت، دلوں سے نکالنا ہی تو مولوی صاحب نے سیکھا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ بڑے بڑے علما جناب کی نظر میں شریعت کا خون ناحق کرنے والے قرار پائے! خدا کی پناہ!

اور اس ضمن میں مولوی صاحب ایک آیت بھی ڈھونڈھ لائے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''بے شک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے، انھیں برابر ہے، چاہے تم انھیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان لانے کے نہیں''۔

یعنی مولوی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج سے دین اسلام کی تبلیغ بند کر دی جائے، کیوں کہ کافر، صاحب ایمان نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اس طرح کا کوئی تبلیغی کام بے سود ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ! کیا تبلیغ کا کام انجام کو پہنچ چکا؟ اب اس کی حاجت باقی نہ رہی؟ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

(اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں۔ (آل عمران:۱۱۴)

اور ہاں یہ بالکل درست ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دین کو دنیا کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں، کتابچے لکھ کر سیٹھوں سے چھپوا کر مفت تقسیم کرتے ہیں، خلافت کے متمنّی ہیں۔ حصولِ زر ان کا مقصد ہے۔ اہلِ سنت میں انتشار ڈال کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے۔ ہر ذی عقل اسے خوب محسوس کر رہا ہے۔

اصلاح جلسہ اور سیوانی صاحب کا شکوۂ بے جا

آج مروجہ جلسوں کا حال کیا ہے؟ یہ سب پر عیاں ہے۔ جوش و جذبہ کے ساتھ فلک بوس نعرے لگوا کر عوام کے جذبات بھڑکائے جاتے ہیں۔ اور بعض خطبا کس طرح کے نمائشی طریقے اختیار کرتے ہیں، یہ بھی جگ ظاہر ہے۔ مصباحی صاحب نے ایسے ہی جلسوں کے مقررین کو یہ مفید مشورہ دیا تھا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ مقامی مسائل کا لحاظ

کیے بغیر کوئی شخص اپنی رٹی رٹائی تقریریں ہندوستان کے ہر صوبے و شہر و ضلع میں سناتا پھرے۔ یہ بات بھی کچھ لوگوں کو بری لگی اور طرح طرح کی چہ می گوئیاں کی جانے لگیں۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ آج کے مروجہ جلسوں میں آدھی رات تو نعت خوانی میں گزر جاتی ہے، پھر باری باری مقررین کی آمد ہوتی ہے۔ زور دار نعروں کے ساتھ ان کا استقبال، اور نعت رسول کے بجائے ''مقرر ذی شان، زندہ باد'' کی گونج! کیا جلسہ کا مطلب صرف اتنا ہی ہے؟ کیا ہمارے اکابر اسی پر عامل تھے؟ ایسا نہیں ہے۔

ہاں! ایک بات عرض کرتا چلوں کہ اگر کسی اچھے کام میں کچھ بگاڑ آجائے تو اس کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تمام جلسے اسی روش پر ہوتے ہیں، مگر بہتوں کا حال یہی ہے۔ اور یقینا یہ روش اچھی نہیں کہ محض نعرے لگوا کر ماحول گرم کیا جائے۔ اور پھر موٹے لفافے کے ساتھ (اور کچھ ایڈوانس کرائے کے نام پر) اگلی منزل کی راہ لی جائے۔ اور اس کے برخلاف جو لوگ رضویات وغیرہ پر مسلسل کام کر رہے ہیں، انھیں مسلک مخالف قرار دے کر جماعت نکالا دیا جائے! انھیں قوت گویائی میں حد درجہ کمزور اور معذور بلکہ بہرہ گونگا کہا جائے!

اور یہ تو جناب انیس صاحب ہی بتاسکیں گے کہ رئیس القلم، صدر العلما اور سراج الفقہا ہونے کے لیے کن کن چیزوں کی حاجت ہوتی ہے۔ اور ایک دو کتاب لکھ کر کوئی شخص کیسے ''مجاہد سنیت'' ہوجاتا ہے۔

مصباحی صاحب نے تمام خطبا و مقررین کو ہرگز پیشہ ورانہ اور تاجرانہ نہیں فرمایا بلکہ صرف انھیں جو صرف ماحول گرما کر لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں، مقامی مسائل سے اعراض کرتے ہیں یا ''رد بد مذہباں'' کے بجائے ''رد سنیت'' پر عامل ہیں۔ عوامی کی صحیح رہنمائی کے بجائے صرف نذرانے نظر گڑائے رہتے ہیں۔ اور اگر مطلوبہ رقم سے کچھ

بھی کم ہو جائے تو بر سر عام لفافہ پھینک دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پیشہ ور اور تاجر نہیں تو پھر کیا کہا جائے۔

علمائے اشرفیہ کی خدمات تو جناب کو ''زمین، آسمان کے قلابے'' نظر آئے، لیکن جب اپنے پیشے کی بات آئی تو یوں لکھ بیٹھے کہ:

''اس حقیقت کو تو ماننا ہی پڑے گا کہ آج جو سنیت محفوظ ہے، انھیں پیران کرام اور خطبا سے، جو رٹی رٹائی تقریریں کر کے اور نعتیں پڑھ کر عوام کو سنیت سے جوڑے ہوئے ہیں''۔

کیا خوب فرمایا! اب کسی مدرسہ اور ادارہ کی ضرورت نہیں، تحریکیں بے کار ہیں، کتابیں اور انھیں تصنیف کرنے والے سب بہرے گونگے ہیں، قوت گویائی سے محروم ہیں، کچھ نہیں کر رہے ہیں، ائمہ کرام جو مساجد سے لوگوں کو جوڑے ہوئے ہیں، وہ کسی کام کے نہیں۔ ہاں! اگر دین وسنیت محفوظ ہے تو صرف پیروں سے، اور محض خطبا سے! سبحان اللہ!

اور شاید سیوانی صاحب کو پتا ہی نہیں کہ اعظم گڈھ اور مبارک پور آج سے نہیں بلکہ حضور حافظ ملت کی، مبارک پور آمد سے پہلے ہی وہاں وہابیوں اور دیوبندیوں کا دبدبہ رہا ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مبارک پور کے بد عقیدوں سے مہینوں مناظرے کیے۔ لوگوں کو وہابیت و دیوبندیت سے متاثر ہونے سے بچایا۔ پھر ایک مثالی دار العلوم کی بنا رکھی۔ خود اعظم گڈھ ضلع میں جامعۃ الفلاح، جامعۃ الرشاد، اصلاح، نامی بڑے بڑے ادارے اچانک وجود میں نہیں آئے۔

اگر ۱۹۹۰ء، ۱۹۹۲ء تک اعظم گڈھ شہر میں بہ قول آپ کے کوئی سنی مسجد نہ تھی تو اس کا شکوہ آپ کو حضور محدث کبیر سے کرنا چاہیے، کیوں کہ محدث کبیر زمانہ دراز تک جامعہ اشرفیہ کے صدر المدرسین، مفتی اور شیخ الحدیث رہے۔ تو کیا ان کے جانے کے بعد اعظم گڈھ اور مبارک پور میں یکبارگی وہابیت کا سیلاب آگیا؟ آخر کیا کہنا چاہتے ہیں آپ، اپنی اس تحریر سے؟

اور جناب آپ نے مقررین میں حضرت مولانا مفتی شمشاد احمد، حضرت علامہ عبدالمصطفی رودولوی صاحب، اور حضرت مولانا ابوالحقانی صاحب کے نام شمار کرا کے جو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اہل اشرفیہ، مبارک پور کو بھی نہیں سنبھال پا رہے ہیں۔ یہ کس قدر حقیقت سے بعید بات ہے۔ جناب! مبارک پور میں آئے دن جلسے جلوس ہوتے رہتے ہیں، تو کیا یہ حضرات روزانہ وہاں حاضر ہوتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے۔

اور مفتی شمشاد احمد صاحب کا نام لیتے وقت آپ یہ بھول کیوں گئے کہ حضرت مفتی صاحب، اشرفیہ ہی کے پروردہ ہیں۔ اگر مفتی صاحب نے یہ خدمت انجام دی، تو کیا وہ فرزندان اشرفیہ سے خارج ہیں؟ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ آپ جسے ذلیل و خوار کرنا چاہتے ہیں، اس کے نام کے آگے ''مصباحی'' لکھ دیتے ہیں، اور اگر کوئی اشرفیہ کا فارغ التحصیل دین کا کوئی کام انجام دیتا ہے تو ''مصباحی'' لکھتے ہوئے شرماتے ہیں کہ کہیں پول نہ کھل جائے! استغفر اللہ!

یہاں تک آئینۂ صلح کلیت کا اصل جواب تمام ہوا۔ پھر جب مصباحی صاحب کی کتاب ''عرفان مذہب و مسلک مع اضافۂ مفید'' منظر عام پر آئی تو جناب انیس صاحب نے کچھ اور خامہ فرسائی کرنے کی کوشش بلیغ فرمائی۔ کئی صفحات ادھر ادھر کی ہانکنے کے بعد اپنی اصل فطرت پر لوٹ آئے، پھر وہی افترا پردازی اور بہتان طرازی کا بازار گرم کیا، لکھتے ہیں:

''یہ کتاب دراصل مولانا یس اختر مصباحی کی اندرونی کیفیت، داخلی بوکھلاہٹ، دماغی بے اعتدالی کا آئینہ دار ہے۔ اس کتابچہ میں اہل سنت کے اکابر علما و مشائخ کو نام لیے بغیر جتنی گالیاں دے سکتے تھے، دینے کی کوشش فرمائی ہے''۔

غرض کہ اس طرح کی بے سروپا باتوں سے صفحات کے صفحات سیاہ کیے، پھر ذرا نرم لہجہ اپناتے ہوئے بلکہ عرفان طبع دوم کی ضرب کاری سے نڈھال ہو کر بے ساختہ بول پڑے کہ:

"کیا کسی ذمہ دار شخص نے آپ کو، یا سراج الفقہاصاحب کو، یا خیر الاذکیاصاحب کو کافر و مرتد کہا اور لکھا ہے؟۔۔۔ بادلیل واضح فرمائیں کہ کس عالم دین یا کس مفتی نے ان دونوں تحریکوں (دعوت اسلامی و سنی دعوت اسلامی) کو کافر و مرتد، یا خارج اہل سنت کہا ہے"۔

الحمدللہ! کیا بات ہے! کہیں تو یہ لوگ مسلک بیزار، شریعت کا خون ناحق کرنے والے گردانے جا رہے تھے۔ اور اب حال یہ ہے کہ "ہم نے یہ کہاں کہا ہے؟ ہم نے وہ کہاں کہا ہے؟ ہمارا مطلب یہ ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پورا اشرفیہ، بریلی شریف کی دین ہے۔ یقیناً حضور حافظ ملت ہمیشہ بریلی کے ہو کے رہے۔ لیکن یہ ہرگز درست نہیں کہ کسی ذمہ دار مصباحی عالم نے بریلی شریف یا حضور تاج الشریعہ کی توہین کی ہے۔ یہ محض بکواس ہے۔ اگر کسی احمق نے اس طرح کی کوئی بات کہی، تو اس کا ذمہ دار اشرفیہ نہیں۔ اشرفیہ کسی کے ذہن و فکر پر پہرہ نہیں بٹھا سکتا، نہ اسے تبدیل کر سکتا ہے۔ پھر اس طرح کی دلیل اور شاذ اقوال سے استدلال، چہ معنی دارد؟

فسق و گناہ یقیناً بہت بڑا جرم ہے، مگر کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو "صلح کلی" کہنا اس سے بڑا جرم ہے۔ سیوانی صاحب، یہ بھول کیوں گئے۔

صفحہ ۱۱۳ پر برہان ملت علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا کہ:

"اس جلسہ میں علمائے اہل سنت میں سے کسی نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ جب کہ میں حضور مفتی اعظم کے ارشاد اور حکم کے مطابق ہی شریک جلسہ ہوا تھا"۔ علامہ مصباحی نے بھی یہ اقتباس نقل فرمایا تھا۔

یہاں پھر جناب انیس صاحب نے امیر المومنین کے حکم والی بات، دہرائی۔ اس پر میرا یہی کہنا ہے کہ امیر المومنین کے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی گئی؟

۱۹۷۱ء اور ۱۹۹۹ء کے واقعات کے تحت بھی میرا سوال یہی ہے کہ یہاں امیر المومنین کون تھے؟ کیا کسی کے اصرار پر شرکت روا، اور اصرار کے بغیر ناروا! یہ کہاں کا قانون ہے۔

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر